8 تا 14 مئی 2008ء / یکم تا 7 جمادی الاوّل 1429ھ

آؤ! جج جج کھیلیں
امت مسلمہ کی ذمہ داری
اسلام میں محنت کی عظمت
رابن ہڈ سے جنرل ہڈ تک
انقلابِ ایران کے ثقافتی محرکات
تذکرہ سیرت
خفیہ بلیک میلنگ
''ان پڑھ علماء'' کی اصطلاح
دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

اسلام کا اسلوب حیات

پریشان اور مضطرب دل اور تھکے ہوئے گلے ہر جگہ کسی راہِ نجات اور نجات دہندہ کے لیے چیخ پکار کر رہے ہیں اور اس نجات دہندہ کی کچھ خاص نشانیاں اور خدوخال ہیں جو مطلوب ہیں اور یہ خاص علامات اور خدوخال سوائے اس دینِ اسلام کے کسی دین پر منطبق نہیں ہوتے۔

اس دین کے عطا کردہ اسلوبِ زندگی اور بنی نوعِ انسان کے اس اسلوب کی ضرورت سے ہمیں غیر متزلزل یقین حاصل ہوتا ہے کہ مستقبل اسی دین کا ہے اور اس دُنیا میں اس کا ایک کردار جسے ادا کرنے کے لیے اُسے دعوت دی جائے گی۔ خواہ اس کے دشمن چاہیں یا نہ چاہیں اور یہ کہ یہ متوقع کردار کسی دُوسرے عقیدے یا کسی دُوسرے اسلوبِ حیات میں نہیں کہ اُسے ادا کر سکے، نیز یہ کہ ساری انسانیت زیادہ لمبے عرصے تک اس عقیدے اور اسلوبِ حیات سے بے تعلق نہیں رہ سکتی۔

ہوسکتا ہے کہ انسانیت مختلف تجربوں میں بھٹکتی پھرے جیسا کہ مشرق و مغرب میں یکساں طور پر اب سرگرداں ہے لیکن ہم مطمئن ہیں کہ یہ تجربات ختم ہو جائیں گے اور ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ آخر کار دینِ اسلام غالب ہوگا۔

سید قطب شہیدؒ

سورۃ الانعام

(آیات:118، 121)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝١١٨ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ
لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۝١١٩
وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ۝١٢٠ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ
اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝١٢١﴾

”تو جس چیز پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا جائے اگر تم اُس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو اُسے کھا لیا کرو۔ اور سبب کیا ہے کہ جس چیز پر اللہ کا نام لیا جائے تم اُسے نہ کھاؤ حالانکہ جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرا دی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں (بیشک اُن کو نہیں کھانا چاہیے) مگر اس صورت میں کہ اُن کے (کھانے کے) لئے ناچار ہو جاؤ۔ اور بہت سے لوگ بے سمجھے بُوجھے اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ایسے جو (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے باہر نکل جاتے ہیں، تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اور ظاہری اور پوشیدہ (ہر طرح کا) گناہ ترک کر دو۔ جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب اپنے کیئے کی سزا پائیں گے۔ اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، اُسے مت کھاؤ کہ اُس کا کھانا گناہ ہے۔ اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ اُن کے کہے پر چلے تو بے شک تم بھی مشرک ہوئے۔“

یہاں حلال اور حرام جانور کے متعلق ذکر آ رہا ہے کہ اُن میں سے کھاؤ جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔ یعنی جانور حلال بھی ہو اور اُسے اللہ کا نام لے کر ذبح بھی کیا گیا ہو تو اس کا گوشت کھا سکتے ہو۔ مشرکوں کے جاہلی تصورات اور توہمات کو رد کر کے واضح کیا جا رہا ہے کہ حلال و حرام کے تعین کا اختیار اللہ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنی پسند یا ناپسند کے مطابق کسی چیز کی حلت یا حرمت کا حکم دے۔

کیا سبب کہ تم نہیں کھاتے اُس جانور میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔ یعنی اونٹ اور دوسرے وہ جانور جن کی تفصیل سورۃ النحل میں آ چکی ہے۔ اور اللہ نے تمہارے لئے اُن چیزوں کو واضح کر دیا ہے کہ جن کا کھانا تمہارے لئے جائز نہیں۔ ہاں، اگر اضطراری صورت حال پیدا ہو جائے، یعنی بھوک سے جان نکل رہی ہو تو حرام چیزوں میں سے کھا کر جان بچائی جا سکتی ہے اور اکثر لوگ ایسے ہیں جو بغیر کسی علم و تحقیق کے اپنی خواہشات کے مطابق لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں اور یقیناً تیرا رب اُن حد سے تجاوز کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

اور چھوڑ دو ہر قسم کا گناہ خواہ وہ کھلا ہو یا چھپا۔ گناہ کا منطقی انجام رسوائی ہے۔ یقیناً جو لوگ گناہ کماتے ہیں، انہیں ضرور بدلہ ملے گا۔ اس کا جو وہ جمع کر رہے ہیں یعنی اپنے کیئے ہوئے بُرے کاموں کی وہ پوری سزا پائیں گے۔ اور جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں سے مت کھاؤ۔ آگے آیت نمبر 139 میں آ رہا ہے کہ لوگوں کے اندر طرح طرح کے توہمات رائج تھے۔ بعض جانوروں کے بارے میں اُن کا خیال تھا کہ اُن پر اللہ کا نام نہیں لینا۔ تو یہاں اُن کے اس خیال کو باطل ٹھہرایا گیا ہے کہ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں سے مت کھاؤ کیونکہ ان کا کھانا گناہ ہے۔ اور یہ شیاطین اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو پٹی پڑھاتے رہتے ہیں، وسوسہ اندازی کرتے رہتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ یاد رکھو اگر تم نے اُن کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔ مشرکین بظاہر بڑی دل لگتی بات کہتے تھے کہ دیکھو، یہ مسلمان اپنا مارا ہوا (یعنی جس کو یہ خود ذبح کریں) کھانے کے لئے جائز سمجھتے ہیں۔ مگر جس کو اللہ مارے یعنی طبعی موت مر جائے اُسے حرام قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر ذبح کر کے کھانا تو اللہ کی اطاعت ہے۔ اور مردار کے کھانے کی اُس نے اجازت نہیں دی، لہٰذا اُس کا کھانا حرام ہے۔ معترضین کے یہ اشکالات بڑے دلنشین ہیں مگر چونکہ الہامی تعلیمات کے خلاف ہیں لہٰذا تم انہیں چھوڑ دو۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دولتمندی کا معیار

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ)) (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دنیا کے اسباب اور سامان زیست کی کثرت کا نام دولت مندی نہیں ہے اصل دولت مندی تو دل کی بے نیازی اور غنا ہے۔“

تشریح: ”ایسے صاحب جائیداد اور امیر کبیر کو ”غنی“ نہیں کہنا چاہیے جو بے چارہ اس مال کے باوجود ھَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کا نعرہ لگا رہا ہے وہ ”غنی“ نہیں دنیا کا ”فقیر“ ہے۔ فی الواقع غنی تو وہ ہے جس کے دل میں دنیا کی محبت اور حرص نہ ہو اور سیر چشم ہو۔

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 — 8 تا 14 2008ء — یکم تا 7 جمادی الاوّل 1429ھ — شمارہ 19

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آؤ! جج جج کھیلیں

ضعیفی یقیناً ایک جرم ہے لیکن دنیا میں پاکستان واحد ملک نہیں ہے جو اِس جرم کا ارتکاب کر رہا ہو۔ افریقہ کے بہت سے ممالک اب بھی سیاسی عدم استحکام کا شکار ہیں۔ اقتصادی لحاظ سے بھی دنیا میں کچھ ممالک ہم سے زیادہ غریب ہیں۔ تعلیمی پسماندگی کے حوالہ سے بھی پاکستان کم از کم سرفہرست نہیں ہے۔ اگرچہ ہم دنیا کی ساتویں اور واحد اسلامی ایٹمی قوت ہیں لیکن اِس کے باوجود دنیا میں ہمارا رول ایک کامیڈین کا رول بن کر سامنے آتا ہے۔ جیسے کوئی مسخرہ کسی مجمع کو ہنسا رہا ہو۔ جیسے کوئی کسی کا دل لبھانے کے لئے الٹی سیدھی حرکتیں کر رہا ہو۔ سیاسی لحاظ سے اپنی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو یہ معجزہ پاکستان ہی میں رونما ہوا کہ نصف شب کو ایک سیاسی پارٹی جنم لیتی ہے اور سورج طلوع ہوتے ہی وہ پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کر لیتی ہے۔ پاکستان میں ایک ایسا شخص وزیر اعظم بن کر نازل ہوا جس کے پاس پاکستان کا شناختی کارڈ نہیں تھا۔ دنیا میں ہم نے دیکھا ہے کہ دو ہمسایوں میں کشیدگی ہو تو ایک دوسرے کے علاقے پر گولہ باری اور سرحدی خلاف ورزی کے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ ہمارا یہ معاملہ بھی دنیا سے انوکھا ہے کہ پاکستان کے شمال مغرب میں ایک سپر پاور قابض ہے، وہ علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہم نے پاکستان کی سرحدی خلاف ورزی کی ہے، ہم نے فلاں مدرسے پر میزائل مار کر اُسے تباہ و برباد کیا ہے لیکن ہماری حکومت کہتی ہے نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں، ہم نے خود اپنے علاقے پر بمباری کی ہے، ہم نے خود اپنے لوگوں کو مارا ہے۔ ہمارے آئین کے آرٹیکل 6 کے مطابق آئین شکنی کی سزا موت ہے لیکن 60 سالوں میں ہمارے آرمی چیف کئی مرتبہ اس آئین کو موت کی نیند سلا چکے ہیں۔ دنیا ہمارے کمالات پر حیران رہ جاتی ہے کہ وہی مردہ آئین زندہ ہو کر اپنے قاتل کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا ہے اور آرمی چیف صدر مملکت بن کر آئین کے محافظ اور سرپرست قرار پاتے ہیں۔ گزشتہ سال 9 مارچ سے ہم قومی سطح پر جج جج کھیل رہے ہیں۔ ہمارے چیف جسٹس چودھری افتخار اگرچہ میڈ ان پی سی او ہیں لیکن باوردی صدر کے ساتھ کچھ بن نہ آئی تو انہیں راولپنڈی آرمی کیمپ ہاؤس میں طلب کیا گیا۔ جرنیلی وردیوں نے اُن کا گھیراؤ کر کے، انہیں استعفیٰ کا حکم دیا۔ حکم عدولی پر جو کچھ اُن سے ہوا اور آج تک ہو رہا ہے، دنیا 14 ماہ سے اِس تماشا کو دیکھ رہی ہے۔ چیف جسٹس آف پاکستان کو اہلخانہ سمیت گھر میں بند کر کے اُن کا حقہ پانی بند کر دیا گیا۔ 3 نومبر 2007ء کو آرمی چیف نے صدر مملکت کی موجودگی بلکہ رضامندی سے آئین کے سینے میں پھر خنجر گھونپ دیا۔ مقصد چونکہ صرف بعض نافرمان ججوں سے چھٹکارا حاصل کرنا تھا لہٰذا حصولِ مقصد کے چند دنوں بعد مضروب آئین کا سینہ رفو کر کے ملٹری بینڈ نے

پاک سرزمین شاد باد   کشورِ حسین شاد باد

کا ترانہ الاپ دیا۔ 18 فروری کے انتخاب کے بعد ”جج ڈرامہ“ پر نواز شریف اور زرداری چھا گئے۔ گرم نگاہوں سے بچنا ضروری تھا لہٰذا معاہدے کے لئے بھوربن کا انتخاب ہوا اور یہ نوید جانفزا سنائی گئی کہ 30 دن میں معزول جج اپنی کرسیوں پر موجود ہوں گے۔ ڈیڈ لائن مقرر ہو جائے تو الٹی گنتی کا شروع ہو جانا لازمی بات ہے، لیکن پاکستانی بھول گئے کہ کوئی زردار الٹی گنتی قبول نہیں کرتا۔ ایسا کیوں نہ ہو، کیا بچہ پیدا ہوتے ہی روز بروز موت کی طرف نہیں بڑھتا؟ پھر بھی اُس پر قربان ہونے والی ماں یہ کیوں کہتی ہے کہ میرا بچہ بڑا ہو رہا ہے اور سب اُس کی بات مانتے ہیں، حالانکہ موت کا وقت معین ہے۔ وہ بھی ایک طرح کی ڈیڈ لائن ہے لیکن کوئی اس بچے کی زندگی کی الٹی گنتی نہیں گنتا۔ بہرحال الٹی گنتی کو بھوربن کی سرد ہواؤں کا نتیجہ سمجھا گیا لہٰذا اِس کھیل کے اگلے ایکٹ کے لئے دبئی کی گرم فضاؤں کا انتخاب ہوا۔ دبئی میں سہ روزہ تھیٹر لگا۔ پاکستان کے تمام بڑے بڑے فنکار دبئی میں جمع ہو گئے۔ زبردست شو لگا۔ اور بے شمار تماش بینوں کی نگاہیں دبئی پر جمی رہیں۔ آخر بات مبارک سلامت پر ختم ہوئی۔ 12 مئی کی خونریزی کا سیاسی انتقام لینے کے لئے اعلان ہوا کہ اب ججوں کی نقاب کشائی 12 مئی کو ہو گی۔ ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں: اے اللہ رب العزت! ہمیں ہدایت دے، ہمیں سیدھا راستہ دکھا، وہ راستہ جس پر چلنے کا معمارانِ پاکستان نے تجھ سے عہد کیا تھا۔ آمین یا رب العالمین OO

ساقی نامہ (تعارف)

بالِ جبریل

معنوی وصوری محاسن کے اعتبار سے ''ساقی نامہ'' اقبال کی بہترین، طویل نظموں میں سے ہے۔ یہ نظم 99 اشعار اور سات بندوں پر مشتمل ہے۔ پہلے بند میں شاعر نے تمہید کے طور پر موسم بہار کی منظر کشی کی ہے۔ دوسرے بند میں امتِ مسلمہ کی موجودہ حالتِ زار اور عام حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کیا ہے۔ تیسرے بند میں نوجوانانِ ملت کے حق میں ساقی (اللہ) سے دُعائیں کی ہیں۔ چوتھے بند میں زندگی کی ماہیت بیان کی ہے۔ پانچویں بند میں زندگی کی خصوصیات واضح کی ہیں۔ چھٹے بند میں خودی کی اصلیت و ماہیت بیان کی ہے۔ ساتویں بند میں خودی کی صفات واضح ہیں۔ مختصر یہ کہ ''ساقی نامہ'' کو اقبال کے فلسفے اور پیغام کا خلاصہ در خلاصہ سمجھنا چاہیے۔

اِس طویل نظم ''ساقی نامہ'' کی چند انفرادی اور قابلِ ذکر خصوصیات یہ ہیں:

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں غیر معمولی سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیالات اور جذبات کا ایک دریا ہے جو اُمڈا چلا آ رہا ہے اور شاعر اس زبردست قدرتی بہاؤ کے سامنے بے بس ہے۔ پوری نظم میں ایک شعر بھی ایسا نہیں ہے جس پر ''آورد'' کا شبہ ہوتا ہو کہ اُس کی قافیہ پیمائی کے لیے کوشش کی گئی ہو۔ پہلے شعر سے آخر شعر تک آمد ہی آمد ہے۔ یہ نظم خلوت میں غور سے گنگنا کر پڑھی جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اِس کی تخلیق کے وقت سماوی فیضان کا نزول ہو رہا تھا۔ یہ نظم اِس مشہور عربی مقولے کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ: ''الشعراء تلامیذ الرحمن'' یعنی شعراء اللہ کے شاگرد ہوتے ہیں۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظم گوناگوں محاسنِ شعری کی حامل ہے۔ مثلاً پہلے بند میں منظر کشی کا کمال ہے تو دوسرے بند میں انتہائی خوبصورت بلاغت کی شان ہے۔ تیسرے بند میں جذبات نگاری اپنے اوج کمال پر ہے۔ چوتھے بند میں فلسفہ اور حکمت کے رموز بارش کے قطروں کی طرح گویا آسمان سے ٹپک رہے ہیں۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ پوری نظم اول سے آخر تک شاعر کے خلوص اور درد و سوز کی آئینہ دار ہے۔ اِس نظم میں اقبال کے قلب سے جو دُعا نکلی ہے، اُس کا ہر لفظ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہے۔ رہ گیا یہ سوال کہ نوجوانوں پر اقبال کے انتہائی پُر خلوص، جذبہ خیز اور خیال افروز کلام کا اثر کیوں نہیں ہوتا۔ اس کا جواب پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''میرے طویل مشاہدے کے بموجب اکبر اور اقبال دونوں کے ٹریجڈی (المناک داستان یا بد قسمتی) یہ ہے کہ قوم ابھی تک دونوں کو شاعر سے زیادہ کوئی درجہ یا مقام دینے کے لیے تیار نہیں ہے، اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ لوگ کسی شاعر کے کلام کا مطالعہ تفریحِ طبع کے لیے کرتے ہیں، نہ کہ اس پر عمل کرنے کے لیے۔ شعر پڑھا، کچھ لطف آیا۔ زبان سے واہ نکلی اور قصہ ختم ہو گیا۔ اور آدمی اپنے دوسرے کاموں میں مصروف ہو گیا۔''

''یہی برتاؤ اکبر اور اقبال کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جب ہم دفتری فائلوں کی خشکی یا خانگی مسائل کی تلخی سے تنگ آ جاتے ہیں تو اکبر یا اقبال کی کوئی کتاب لے کر چارپائی یا صوفے پر دراز ہو جاتے ہیں اور جب اکبر کے دیوان میں اِس قسم کے اشعار نظر آتے ہیں۔

وہ مِس بولی، میں کرتی آپ کا ذکر اپنے فادر سے
مگر آپ اللہ اللہ کرتا ہے، پاگل کا ''مافک'' ہے

تو بے اختیار مرحوم کی رُوح پر تحسین و آفریں کے پھول برسانے لگتے ہیں۔ اس کے بعد رفیقۂ حیات (اور اگر انسان خوش قسمت ہے تو خادمہ) سہ پہر کی چائے کا مژدہ سناتی ہے اور یہ دفترِ بے معنی فوراً چائے کی پیالی میں غرق ہو جاتا ہے۔''

''ساقی نامہ'' کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اِس نظم میں اقبال نے زندگی اور خودی کے مسائل کو آسان ترین، واضح ترین اور دلکش ترین انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ دونوں مسئلے یعنی زندگی اور خودی ایک ہی حقیقت کے دو رُخ ہیں۔ اقبال نے 1914ء سے 1938ء تک اِسی بنیادی نکتے کی وضاحت کی ہے۔ فلسفیانہ انداز میں خودی کی وضاحت ''خطباتِ تشکیلِ جدید'' میں کی ہے، لیکن وہاں اندازِ بیان مشکل ہے، لیکن وہی فلسفے کے خشک اور ادق مطالب ''ساقی نامہ'' میں آسان فہم زبان میں بیان کیے ہیں۔ اقبال نے جو بات اسرارِ خودی، گلشنِ رازِ جدید اور خطبات میں مشکل اور فلسفیانہ انداز میں کہی تھی، ''ساقی نامہ'' میں آسان لفظوں میں واضح کر دی ہے، اور ایک تشبیہ کے ذریعے اپنا مفہوم عیاں کر دیا ہے:

یہ موجِ نفس کیا ہے؟ تلوار ہے
خودی کیا ہے؟ تلوار کی دھار ہے

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ نظم ''مسجدِ قرطبہ'' (جس کی تشریح ''ندائے خلافت'' کے سابقہ شماروں میں، اپنی ترتیب میں آ چکی ہے) کی طرح ''ساقی نامہ'' میں بلاغت کا رنگ نمایاں ہے:

تمدن، تصوف، شریعت، کلام
بتانِ عجم کے پجاری تمام

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے آخری بند میں اقبال نے شاعرانہ زورِ بیان کے ساتھ ساتھ اپنا پیغام بھی کھل کر واضح کیا ہے۔ اُن کا پیغام اس قدر دردمند، حوصلہ افزا اور اُمید آفریں ہے کہ اگر اُسے نثر میں بیان کیا جائے، تب بھی رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہے، لیکن اِس نظم میں تو جوشِ بیان کا یہ عالم ہے کہ پڑھنے والے پر بے خودی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

اقبال کی اِس عظیم اور لافانی نظم ''ساقی نامہ'' کی تشریح ناممکن محسوس ہوتی ہے، لیکن طالب علمانہ انداز میں، جو کچھ سمجھ میں آتا ہے، اُس کی وضاحت آئندہ شمارے میں کی جائے گی۔ یہاں صرف اِس نظم کا مجموعی تعارف کرایا گیا ہے۔

امت مسلمہ کی ذمہ داری......عدل اجتماعی کا قیام

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں مرکزی ناظم دعوت محترم رحمت اللہ بٹر کے 25 اپریل 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! پچھلے کچھ خطبات جمعہ سے یہاں یہ موضوع زیر بحث ہے کہ اُمت مسلمہ کے ہر فرد کی کیا ذمہ داری ہے اور آخری اُمت ہونے کے ناطے امت کی اجتماعی ذمہ داری کیا ہے۔ اس سلسلے میں جو چیز سامنے آئی وہ یہ تھی کہ ہر فرد کے لیے لازم ہے کہ وہ تقویٰ کی زندگی گزارے۔ جبکہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے دین پر عمل پیرا ہونا، اسے قائم رکھنا، اور پوری انسانیت تک پہنچانا۔ یہ امت حامل کتاب ہے اور اللہ کے نبی کی وارث بھی ہے۔ نبی کی وراثت وہ ہدایت، وہ کتاب ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے انسانوں کو عطا فرماتا ہے۔ کتاب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ایک اور چیز بھی ہر نبی کو دے کر بھیجتا رہا ہے۔ اس کا حق کیسے ادا ہونا ہے، یہ وہ موضوع ہے جو آج ہم سمجھیں گے۔

سورۃ الحدید کی آیت 25 میں ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ ﴾

”ہم بھیجتے رہے ہیں اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں دے کر اور ان پر نازل کرتے رہے ہیں کتابیں اور میزان (یعنی قواعد عدل)۔“

یہ دو چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ ہر رسول کو دے کر بھیجتا ہے۔ انہی دونوں کی شہادت، ان کا پہنچانا، ان کا حق ادا کرنا، ہر رسول کے ذمہ ہوتا تھا۔ یہی الفاظ نبی اکرم ﷺ کے لیے بھی قرآن میں آئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا گیا:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ﴾ (آیت:17)

”اللہ وہ ذات ہے جس نے اس کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور ساتھ میزان بھی اتاری ہے۔“

کتاب آپ کو معلوم ہے پیغام لے کر آتی ہے۔ وہ پیغام اصل میں دعوتِ ایمان ہوتی ہے۔ یہ کائنات خود بخود پیدا نہیں ہوئی، اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ یہ خود بخود نہیں چل رہی ہے، اس کا کوئی چلانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں کوئی چیز بے کار پیدا نہیں کی۔ لہٰذا تم سوچو کہ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ یہ ہے وہ پیغام جو اللہ تعالیٰ کے رسول نے دیا ہے۔ سوچو اور اس مقصد کو سامنے رکھ کر زندگی گزارو۔ اسی طرح رسول یہ پیغام لے کر آتے ہیں کہ دیکھو یہی زندگی نہیں ہے، یہ تو زندگی کا چھوٹا سا وقفہ ہے۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جو اس کے نتیجے میں ملے گی۔ جو کچھ تم نے یہاں کمایا ہوگا اسی کے مطابق تمہیں آخرت میں جزا اور سزا مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں تمہیں جتنی بھی مہلت عمر دی ہے، جو صلاحیتیں دی ہیں، جو وسائل مہیا کیے ہیں، ان کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا، کہ تم نے یہ وقت کیسے گزارا، ان وسائل سے کیسے استفادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت بھیجی تھی اس کو سامنے رکھ کر تم نے زندگی گزاری یا اپنی مرضی سے گزاری! یہ ہے وہ ہدایت جو ان چیزوں کو واضح کرتی ہے۔ اس کتاب کا حق یہ ہے کہ اسے ان لوگوں تک پہنچایا جائے جن کی طرف اللہ نے اسے نازل کیا ہے۔ یہ وہ پہلا کام ہے جو اللہ کے رسول کرتے ہیں۔ دوسرا کام یہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگوں کو نکالو جو اس کتاب کا علم پوری تفصیل کے ساتھ پڑھیں، پھر وہ اپنے اپنے علاقے کے لیے جا کر معلم بن جائیں۔ اس کتاب کا تقاضا ہے کہ تین levels پر اس کی تعلیم دی جائے، پھر اس کا حق ادا ہوگا۔

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ (النحل:125)

”(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو۔“

لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دلیل سے بات مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی ہوتی ہے۔ ان تک اللہ کی کتاب پہنچائی جائے گی حکمت کے ساتھ، دلیل کے ساتھ، وہ پھر مانیں گے۔ عوام کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ ان تک بات اچھے طریقے سے پہنچا دی جائے وہ اسے قبول کر لیتے ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے فلسفے لے کر بیٹھے ہوتے ہیں، زندگی کے بارے میں تصورات لیے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث و مباحثہ کرنا پڑتا ہے۔ ان کے ساتھ مناظرے بھی کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن مناظرے اچھے طریقے سے کریں تا کہ عوام پر ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے، کیونکہ عوام پر ان کے اثرات ہوتے ہیں۔ اور عوام میں ان کی ایک حیثیت ہوتی ہے۔ جب تک عوامی سطح پر انہیں غلط نہ ثابت کر دیا جائے، لوگوں کے ذہنوں سے ان کا رعب نہیں جاتا، ان کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ یہ دوسرا کام ہے جو اس کتاب کا حق ہے۔

تیسرا حق یہ ہے کہ اس کے اندر جو بھی تعلیم دی گئی ہے اس کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جن اخلاقیات کو انسانوں کے اندر پروان چڑھانا چاہتا ہے ان کو عام کیا جائے، اور جو برائیاں مٹانا چاہتا ہے ان کو روکا جائے۔ قرآن مجید ان تینوں کاموں کو ادا کرنے کے لیے ”شہادت علی الناس“ کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ یعنی لوگوں پر حجت قائم کر دی جائے، تا کہ کسی کے پاس کوئی دلیل نہ رہ جائے۔ یہ تین چیزیں ہیں جو اگر پہنچا دی جائیں تو اس کتاب کا حق ادا ہوگا۔

دوسری چیز ہے میزان۔ میزان یا ترازو عدل کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر رسول کو میزان بھی دے کر بھیجتا ہے تا کہ لوگوں کے اندر عدل اجتماعی قائم کیا جائے۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے، کوئی کسی کا حق نہ کھائے۔ کسی پر کوئی دباؤ نہ ہو، کوئی کسی کو غلام نہ بنائے۔ کوئی کسی کو اس حیثیت میں نہ لے

آئے کہ اس کے لیے اپنے فرائض ادا کرنا ممکن نہ رہیں۔
اس میزان کا تقاضا کیا ہے؟ یہ میزان پڑھنے پڑھانے کے لیے نہیں بلکہ قائم کرنے کے لیے ہے۔ اس کو لاگو کرو۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا گیا۔

﴿لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ﴾ (الحدید:25)

''تا کہ لوگ عدل پر قائم ہوں۔''

رسول اس کتاب اور میزان کے ذریعے لوگوں کے اندر عدل اجتماعی قائم کر دیں۔ عدل اجتماعی آپ کو معلوم ہے کہ قوت کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ ہر شخص تو عدل قائم نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے حکومت، اقتدار، اختیار چاہیے۔ رسول کا کام ہوتا ہے کہ باطل نظام کو ہٹا کر عدل اجتماعی قائم کرے، اللہ کا دین قائم کرے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ہر رسول کو دارالخلافہ میں بھیجتا تھا یعنی اس وقت کی بستیوں میں سے جو صدر بستی ہوتی تھی وہاں رسول کو بھیجا گیا۔ کیوں کہ وہاں کے رہنے والوں کا نظام حکومت ہی کسی علاقے میں نافذ ہوتا ہے۔ جب تک وہ نظام ختم نہ ہو دوسرا آ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کسی اجتماعیت میں کبھی دو نظام نہیں چل سکتے، دو دستور نہیں چل سکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کو دارالخلافہ میں بھیجا۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو کتاب اور میزان دے کر بھیجتا رہا تا کہ وہ لوگوں کے اندر عدل اجتماعی قائم کر دیں

رسول لوگوں کو اس نظام کے قائم کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ نہیں مانتے جن کے پاس اقتدار ہوتا ہے، جن کو وہاں حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ وہ سب سے زیادہ رکاوٹ بنتے ہیں کیوں؟ اس لیے کہ ان کے حقوق پر زد پڑتی ہے۔ اگر مانتے بھی رہے ہیں تو کچھ غریب لوگ، کیونکہ ان کے اس نظام سے کوئی مفادات وابستہ نہیں ہوتے۔ جب حق کی بات سامنے آتی ہے تو وہ قبول کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ اللہ کا دیا ہوا نظام قائم کرنا اتنا لازم تھا کہ جب ان پر حق تبلیغ پورا ہو گیا، ان کو بات سمجھا دی گئی، اور پھر بھی انہوں نے نہیں مانا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو اور ان کے ماننے والوں کو وہاں سے ہجرت کرواتا ہے اور پیچھے پوری بستی کو تباہ کرتا رہا ہے۔ جن چھ رسولوں کا قرآن مجید میں بار بار ذکر آتا ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ھودؑ، حضرت صالحؑ، لوطؑ، شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ۔ ان کے ساتھ یہی ہوا ہے۔ لوگوں نے نہیں مانا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کیا، کیونکہ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دوسرا نظام آ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لیے ان بستیوں کو تباہ کرنا پڑا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول اپنے ماننے والوں میں اللہ کی دی ہوئی ہدایت کو رائج کر کے جاتے تھے، اس کے تحت وہ نظام قائم کر کے جاتے تھے۔ پھر اس کے مطابق لوگ زندگی گزارنی شروع کرتے تھے۔ بعد میں ان کے اندر خرابی آتی تھی اور جن کو اقتدار ملتا تھا وہ اپنے لیے مراعات حاصل کر کے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے اپنا نظام قائم کر لیتے تھے، پھر اللہ دوبارہ رسول بھیجتا تھا۔ یہ ہے وہ کام جو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو دے کر بھیجتا رہا ہے جس کا وہ حق ادا کرتے رہے۔ یہی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بھی دے کر بھیجا۔ چونکہ آپؐ اللہ کے آخری رسول ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کتاب اور میزان کو آخری ہدایت اور آخری نظام بنا دیا۔ آپؐ کے مقصد بعثت کے بارے میں قرآن مجید میں تین بار یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ﴾ (الفتح:28)

''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا''

اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت کو کامل کر کے قرآن کی صورت میں اپنے آخری رسول ﷺ کو عطا کر دی اور اس کے ساتھ دین الحق دیا۔ حق کا ضابطۂ حیات جس میں اجتماعی زندگی کی ساری ہدایات کو متعین کر دیا کہ کس طرح تم نے اپنی معیشت کو چلانا ہے۔ معاشرتی قانون کیا ہوں گے، ریاستی قانون کیا ہوں گے۔ ان ساری چیزوں کو اس کے اندر سمو دیا۔ آگے فرمایا:

﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾

''تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔''

اسے صرف اپنے ہاں ہی نافذ نہ کرو، باقی پہلے نظاموں پر بھی اسے غالب کر دو۔ کیوں کہ یہ آخری دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کے لیے پسند فرمایا ہے۔ یہ تقاضا ہے اس آخری دین کا۔ آپ کو معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو بھی اللہ نے کہاں بھیجا۔ اگرچہ عرب کے اندر کوئی باقاعدہ سلطنت وحکومت نہیں تھی، لیکن دین مکے والوں کا تھا جو پورے عرب پر چھایا ہوا تھا۔ ان کے پاس سارا اختیار تھا کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانے کا۔ باقی سارے قبائل اور لوگ ان کے تابع تھے، اس لیے نبی اکرم ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اُم القریٰ میں بھیجا۔ نبی اکرم ﷺ نے تیرہ سال تک وہاں دعوت دی، لیکن اکثریت نے نہیں مانا۔ نبی اکرم ﷺ سے بھی اللہ نے وہی کام کروایا جو پہلے رسولوں سے کروایا تھا۔ آپؐ اور آپؐ کے ماننے والوں کو ہجرت کروائی، آپؐ نے مدینے جا کر مرکز قائم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پہلے رسولوں کے بارے میں یہ کرتا رہا تھا کہ ہجرت کروا کے پیچھے پوری بستی کو نیست ونابود کر دیتا تھا، تا کہ وہ رکاوٹ ختم ہو جائے اور اللہ کا دین قائم ہو جائے۔ لیکن یہاں یہ نہیں کیا۔ کیوں کہ اس کا تعلق آخری رسول ہونے کے ناطے سے ہے۔ اگر یہاں بھی اللہ تعالیٰ معجزے سے ہی کر دیتا، تو ہمارے پاس کوئی راستہ نہ رہتا۔ کوئی اسوۂ نہ رہتا کہ ہم نے اس دین پر عمل پیرا کیسے ہونا ہے۔ کہیں دین قائم نہیں ہے تو کیسے نافذ کرنا ہے اور کیسے اس کا حق ادا کرنا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں عذاب نہیں بھیجا، بلکہ اپنے رسول ﷺ اور ماننے والوں سے محنت کروائی۔ وہ سارے مراحل طے کروائے ہیں جو کسی بھی نظام کو بدلنے کے لیے لازم ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینے جا کر چھ مہینے لیے ہیں جس میں مسجد نبوی تعمیر کی، مہاجر انصار کو بھائی بھائی بنا دیا۔ تیسرا کام یہ کیا کہ یہود کے تین قبیلوں سے معاہدہ کیا کہ اگر کوئی مدینے پر حملہ آور ہو گا تو ہم مل کر دفاع کریں گے۔ صرف دفاعی معاہدہ کیا ہے۔ انہیں اپنے دین پر رہنے دیا کیوں کہ ابھی تک ان کا دین چل رہا تھا۔ چھ مہینے گزارنے کے بعد آپؐ نے دستے بھیجے ہیں۔ کسی قریب کے قبیلے پر چڑھائی نہیں کی بلکہ مکے والوں کی تجارتی شاہراہ پر دستے بھیجے، تا کہ انہیں مکے سے نکالا جائے، کیونکہ مکہ حرم تھا، اور حرم میں جنگ منع ہے۔ آپ کو پتا تھا کہ جب تک یہ مغلوب نہیں ہوں گے دوسرا دین آ ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا آپ کی حکمت عملی کے نتیجے میں پہلا ٹکراؤ بدر کے میدان میں ہوا۔ پھر مختلف مراحل سے گزر کر فتح مکہ پر جا کر اللہ کا دین پورے عرب پر قائم ہو گیا۔

نبی اکرم ﷺ آخری رسول ہیں۔ آپؐ کے ذمہ صرف عرب کی حد تک دین قائم کرنا نہیں تھا، بلکہ آپؐ قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے۔ لہٰذا آپؐ کے مشن کی تکمیل اس وقت ہو گی جب پوری دنیا پر اللہ کا دین غالب ہو گا۔ آپؐ کے بعد امت کو اس کام کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ اس مشن کو لے کر پوری دنیا میں نکلے تھے۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کی۔ اب یہ ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ہے کہ پوری انسانیت تک اللہ کے پیغام کو پہنچائیں اور اس کے دیے ہوئے نظام کو باقی تمام نظاموں پر غالب کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔ (مرتب: فرقان دانش خان)

رابن ہڈ سے جنرل ہڈ تک

محمد سمیع

مطالعہ کا شوق بچپن سے ہی رہا ہے۔ لہٰذا دوران مطالعہ ہر قسم کے کردار سامنے آتے رہے۔ اچھے بھی اور برے بھی۔ ان کرداروں میں رابن ہڈ کا کردار بھی تھا جس کے ایڈونچرز کو شوق سے پڑھا کرتا تھا، لہٰذا اس کے لیے دل میں پسندیدگی کا جذبہ بھی لامحالہ پیدا ہونا تھا۔ بچپن کے زمانہ میں دل ہر قسم کی عصبیت سے پاک ہوتا ہے۔ لہٰذا کبھی یہ خیال نہیں گزرا کہ میں اسے کیوں پسند کروں۔ یہ کون سا مسلمان کردار ہے۔ اسکول کے زمانے میں ہمارے بیشتر اساتذہ کا تعلق اہل تشیع سے تھا لیکن نہ کبھی ان کے کسی رویے نے یہ تاثر دیا کہ وہ ''شے دیگر'' ہیں اور نہ کبھی ہم نے ان سے کوئی بُعد محسوس کیا۔ انھیں اپنے حق میں انتہائی شفیق ہی پایا۔ اسکول میں ایک موقع پر سیرت کا ایک جلسہ منعقد ہوا تو ایک عالم دین مہمان خصوصی بن کر تشریف لائے تو پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ علماء دیوبندی بھی ہوتے ہیں۔ ورنہ حال یہ تھا کہ عاشورہ کے ایام میں حسینی دلان سے جلوس روانہ ہوتا تھا۔ آگے اہل تشیع حضرات ہوتے تھے، ان میں کچھ ماتم کر رہے ہوتے، کچھ مرثیے اور نوحے پڑھ رہے ہوتے اور کچھ زنجیری ماتم کر رہے ہوتے اور اس کے پیچھے ہی سنی حضرات ہوتے تھے جو اکھاڑے کھیل رہے ہوتے۔ عورتیں اور بچے چھتوں اور دیواروں پر بیٹھے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوتے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہو۔ یہ تو بعد میں جا کر معلوم ہوا کہ شیعہ سنی ہوتے ہیں۔ سنیوں میں سے ایک گروہ ان کو کافر قرار دیتا ہے اور قابل گردن زدنی سمجھتا ہے اور ان کے دلوں میں یہ جذبات اس لئے پرورش پاتے ہیں کہ انھیں صحابہ کرامؓ سے بڑی محبت ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک ہی دل میں مسلمانوں کے ایک گروہ کے لیے محبت اور دوسرے گروہ کے لئے نفرت کے جذبات بھی پیدا ہو سکتے ہیں اور جو جذبات اتنے شدید بھی ہو سکتے ہیں کہ قتل وقتال اور جنگ وجدال تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ کچھ اور وقت گزرا تو پتہ چلا کہ سنیوں میں بھی مختلف گروہ پیدا ہو گئے ہیں، جن میں ایک گروہ دوسرے گروہ کو گستاخ رسول کہتا ہے تو دوسرا گروہ پہلے گروہ کو بدعتی کہتا ہے۔ دونوں کا جذبۂ محرکہ حبِ رسول ﷺ ہے۔

ہمارے علماء و دانشور معاشرے میں مسلمانوں کی اس تقسیم کا ذمہ دار بالعموم غیر مسلم اقوام اور بالخصوص یہود کو گردانتے ہیں۔ حیرت ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو پہچاننے کے باوجود ان کے بہکاوے میں آ جاتے ہیں۔ اگر یہ حقیقت ہے تو ہمیں تو ان کی مہارت کی داد دینی چاہیے کہ پہلے تو انھوں نے مسلمانوں میں مذہبی، علاقائی، قومی اور قومیتی تفریق پیدا کی اور جب انھیں اندازہ ہو گیا کہ آپس کی لڑائیوں کے نتیجے میں ان کی ہوا اکھڑ چکی ہے اور اب وہ اس لائق نہیں رہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف جوابی کاروائی کر سکیں تو انھوں نے ان کے دلوں

> غیر مسلم اقوام نے مسلمانوں میں مذہبی،
> علاقائی، قومی اور قومیتی تفریق پیدا کی اور
> اب وہ اس لائق نہیں رہے کہ اپنے دشمنوں
> کے خلاف جوابی کارروائی کر سکیں

سے اپنے رسول ﷺ کی محبت اور اپنے قرآن کی عظمت نکالنے کے لئے مختلف حرکتیں شروع کیں۔ پہلے قرآن کریم کو نشانہ بنایا گیا۔ گوانتاناموبے میں قرآن مجید کی توہین کی گئی۔ بعد ازاں نبی کریم ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکے شائع کروائے۔ پھر مسلمانوں میں اس کا ردعمل دیکھتے رہے۔ جب انھیں یہ اندازہ ہو گیا کہ اب مسلمانوں میں جان باقی نہیں رہی تب سے وہ مسلسل اس قسم کی شیطانی حرکتیں کیے چلے جا رہے ہیں۔ حضور ﷺ کے توہین آمیز خاکے دوبارہ شائع کروائے گئے ہیں۔ قرآن کریم پر فلم بنا کر اسے نعوذ باللہ فتنہ قرار دیا گیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اگر اسلام سے محبت کا جذبہ موجود ہے تو وہ برصغیر پاک و ہند بلکہ اب تو محض پاکستان میں ہے، لہٰذا اب انھوں نے جنرل ہڈ کو جو گوانتاناموبے میں مسلمانوں اور ان کی کتاب ہدایت کی بے حرمتی مرتکب ہوا' پاکستان میں تعینات کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ جب سے یہ خبر پاکستان کے عوام کو پہنچی ہے وہ سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں لیکن حیران کن بات یہ ہے کے حکومت کی راہداریوں میں اس احتجاج کا نوٹس نہیں لیا جا رہا ہے۔ گویا کہ احتجاج کے جواب میں اپنوں اور غیروں کے رویوں میں بڑی مماثلت ہے۔

میں نے اپنے مضمون کے آغاز میں اپنے پسندیدہ کردار رابن ہڈ کا تذکرہ کیا تھا۔ پاکستان میں اس کے برعکس قابل نفرت کردار جنرل یحییٰ خان کا ہے جس کا ذاتی کردار تو جیسا تھا' وہ تھا ہی دنیا کی سب سے بڑی مملکت کی شکست و ریخت بھی اس کے دور حکومت میں ہوئی۔ اس سانحہ نے اسے اور قابل نفرت بنا دیا۔ لیکن مجھے اس سے منسوب ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ رباط میں ایک اسلامی کانفرنس کے دوران بھارت نے اپنے ہاں کے مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے ایک سکھ کو وہاں بھیجا تھا۔ یحییٰ خان نے اس وقت تک اس کانفرنس کا بائیکاٹ جاری رکھا جب تک اس بھارتی نمائندے کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر اسے واپس نہ بھجوا دیا گیا۔ حالانکہ وہ سکھ نمائندہ نہ تو حضور ﷺ کی توہین کا مرتکب ہوا تھا اور نہ ہی قرآن کریم کی توہین کا اس کا تصور یہ تھا کہ غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی اسے مسلمانوں کی کانفرنس میں نمائندہ بنا کر بھیجا گیا تھا۔ ہمارے لوگ پاکستان کی شکست و ریخت کا ذمہ دار ایک شرابی اور زانی ٹولے کو قرار دیتے ہیں لیکن اس ٹولے کے ایک فرد کے دل میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور اسلام کے لئے اتنی غیرت پیدا کر دی تھی۔ آج جو ٹولہ حکومت میں شامل ہے، اس کا دینی اعتبار سے اتنا برا مقام نہیں جتنا اس شرابی اور زانی ٹولے کا تھا' لیکن پھر بھی اس ٹولے نے اب تک دینی غیرت وحمیت کا ثبوت نہیں دیا۔ عوام کی طرف سے جنرل ہڈ کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر اس کی ملک میں تعیناتی کو مسترد کرنے کے حکومت سے مطالبے کے جواب میں مکمل خاموشی ہے۔ حالانکہ سربراہ مملکت اور سربراہ انتظامیہ دونوں کے اسمائے گرامی کے ساتھ Qualifying S لگا ہوا ہے۔

ع کہ غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

اسلام میں محنت کی عظمت

حافظ محمد مشتاق ربانی

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس زمین میں طرح طرح کے روزگار رکھے ہوئے ہیں۔ سورۃ الاعراف کی آیت 10 میں فرمایا: ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ﴾ ”اور ہم نے تمہیں زمین میں (اختیارات کے ساتھ) بسایا اور تمہارے لیے اس میں سامانِ زیست فراہم کیا“۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے زمین پر کئی روزگار پیدا کیے۔ اسی طرح دن اور رات کے بارے میں سورۃ النبا کی آیات 10، 11 میں فرمایا: ﴿وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝﴾ ”اور رات کو بنایا ہم نے اوڑھنا اور دن کو ہم نے کمائی کے لیے بنایا“ مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن میں ان آیات کی تشریح میں لکھتے ہیں: ”انسان کی راحت وسکون کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو غذا وغیرہ کی ضروریات ملیں، ورنہ نیند موت ہو جائے گی۔ اگر ہمہ وقت رات ہی رہتی اور آدمی سوتا ہی رہتا تو یہ چیزیں کیسے حاصل ہوتیں، ان کے لیے جدوجہد اور دوڑ دھوپ کی ضرورت ہے، جو روشنی میں ہو سکتی ہے۔ اس لیے فرمایا تمہاری راحت کو مکمل کرنے کے لیے ہم نے رات اور اس کی تاریکی ہی نہیں بنائی بلکہ ایک روشن دن بھی دیا جس میں تم کاروبار کرکے اپنی معاشی ضروریات حاصل کر سکو۔“

قرآن کریم میں محنت، علم کے حصول اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے زمین میں چلنے پھرنے کے لیے ”الضرب فی الارض“ کی اصطلاح ہے۔ سورۃ النساء آیت 101 میں فرمایا: ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ”اور جب تم سفر کرو زمین میں......“ اسی طرح سورۃ المزمل آیت 20 میں فرمایا: ﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ﴾ ”اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں“۔

”روح المعانی“ میں یہاں تجارت کے لیے سفر کرنا مراد ہے۔

”الطیر الضوارب“ عربی زبان میں ان پرندوں کے لیے بولا جاتا ہے جو تلاشِ رزق کے لیے نکلے ہوں۔

سرمایہ کی طرح محنت ایک عاملِ پیدائش ہے۔

علم معاشیات میں محنت سے مراد وہ انسانی جدوجہد ہے جو معاوضہ کے لیے کی جائے، خواہ وہ جسمانی ہو یا دماغی۔ اور جو کام تفریح کے لیے یا اخلاقی قدروں کے تحت کیا جائے، اسے محنت نہیں کہا جاتا، اس لیے کہ اس کام کے پیچھے کوئی مالی منفعت کا جذبہ کارفرما نہیں ہوتا۔ مشہور ماہر معاشیات پروفیسر مارشل نے محنت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ”کوئی دماغی یا جسمانی کاوش جو جزوی یا کلی طور پر کسی شے کے حاصل کرنے کے لیے کی جائے، لیکن اس کاوش سے براہِ راست تفریح حاصل کرنا نہ ہو، محنت کہلاتی ہے۔“

علامہ محمد اقبالؒ اپنی کتاب ”علم الاقتصاد“ میں محنت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ جسمانی یا غیر جسمانی (دماغی) سعی ہے جو کسی مقصد کے حصول کے لیے کی جاتی ہے، قطع نظر اس خوشی یا لذت کے جو اس سعی کے دوران میں حاصل ہو۔ وہ محنت کے بارے میں مزید لکھتے ہیں: ”پیدائش دولت کے لیے محنت لازم ہے، مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ہر محنت دولت آفرین (Productive) نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ محنت کی دو بڑی اصناف قرار دی گئی ہیں، یعنی:

1- محنت بار آور......اور

2- محنت غیر بار آور

مقدم الذکر سے مراد وہ محنت ہے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلسل طور پر مزید دولت پیدا کرتی رہے اور آخر الذکر سے مراد وہ محنت ہے جو مسلسل طور پر مزید دولت پیدا نہ کر سکے۔ مثلاً مفید اور ضروری اشیاء تیار کرنے والے معماروں، سپاہیوں اور استادوں کی محنت بار آور ہے، برخلاف اس کے آتش بازی بنانے والے کی محنت غیر بار آور ہے کیونکہ آتش بازی کا دستکار بجائے اس کے کہ مسلسل طور پر مزید دولت پیدا کرے، قومی آمدنی کو کم کرتا ہے۔“

اس بار آور محنت کو قرآن شریف میں ”فضل اللہ“ قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ، آیت: 198 میں فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ﴾ ”تم پر اس پہلو سے کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو“۔ اس آیت کی رو سے مفسرین کرام حج کے سفر میں تجارت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ سورۃ الجمعۃ کی آیت 10 میں فرمایا: ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ”پھر جب نماز تمام ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔“

سورۃ المزمل کی آیت 20 میں فرمایا: ﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ﴾ ”اور دوسرے وہ لوگ جو زمین میں سفر کرتے ہیں (اور) اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہیں۔“

تہجد کی نماز جو فرض نہیں ہوئی، اس میں ایک سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی بتایا گیا کہ لوگ دن بھر کام کاج کرنے سے تھک جاتے ہیں، اس لیے یہ فریضہ باقاعدگی سے ادا کرنے سے وہ عاجز رہیں گے، اس لیے اس نماز کو اختیاری بنایا گیا۔ اسلام میں سچے تاجر کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ترمذی شریف کی کتاب البیوع میں حدیث نبویؐ ہے: ((اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ)) ”سچا تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ہمراہ ہوگا“۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شاعر کو سنا جو شعر پڑھ رہا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے: ”میری نیند کس قدر آرام دہ اور میٹھی ہے، اس میں کتنا سرور پیدا ہوتا ہے جب میں سارے دن کی محنت و مشقت کے بعد چور چور ہو جاتا ہوں!“ آنحضور ﷺ نے ان شعروں کو بے انتہا پسند کیا اور اس کے کہنے والے سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

ایسے بھی محنت کش ہوتے ہیں جو بڑی مشقت سے منڈیوں سے چیزیں لاتے ہیں اور بغیر ذخیرہ اندوزی کیے اسی روز کے نرخ پر فروخت کر دیتے ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں تفسیر الرازی میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے: **ایما رجل جلب شیئا الی مدینة من مدائن المسلمین صابرا محتسبا فباعه بسعر یومه کان عند الله من الشهداء** ”جو آدمی مسلمانوں کے کسی شہر میں (کسی ملک سے) کچھ مال (فروخت کے لیے) بامید ثواب تکلیفیں اٹھا کر لائے اور اس روز کے نرخ پر فروخت کر دے، وہ اللہ کے ہاں شہیدوں کا ہم پلہ ہوگا“۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے سورۃ المزمل کی آیت 20 تلاوت کی: ﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ﴾ اس محنت کے عمل سے انبیاء کرام علیہم السلام بھی علیحدہ نہیں ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: ((مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ دَاوُدُ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ)) ”کسی شخص نے اس سے بہتر روزی کبھی نہیں کھائی جس نے اپنے ہاتھ سے کمائی کرکے کھائی، اور اللہ کے نبی داؤدؑ اپنے ہاتھوں سے کام کرکے روزی کماتے تھے۔“

جب حضرت موسیٰؑ پورا صحرائے سینا عبور کر کے ”ماء مدین“ یعنی مدین کی بستی کے باہر کنویں پر پہنچے تو قرآن مجید نے ان کی اس وقت کی بے چارگی اور دنیوی اعتبار سے بے وسیلہ ہونے کی کیفیت کا نقشہ کھینچنے کے لیے ان کی دعا کے یہ الفاظ نقل فرمائے، جو سورۃ القصص کی آیت 24 میں ہیں: ﴿رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ﴾ ”پروردگار! جو خیر بھی تو میری جھولی میں ڈال دے میں اس کا محتاج ہوں۔“

اِدھر آپؑ کی زبان سے یہ دعائیہ کلمات نکلے اُدھر اللہ نے شرفِ قبولیت بخشی کہ شیخ مدین کی صاحبزادیوں نے ان کی جس جسمانی قوت اور اخلاقی عصمت وعفت کا بچشم مشاہدہ کیا تھا اس کی بنا پر انھوں نے اپنے والد سے انھیں ”مستاجر“ رکھنے کی درخواست کی۔

امام محمد غزالیؒ نے ”احیاء العلوم“ میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور کہے کہ میں کچھ کام نہ کروں گا، یہاں تک کہ میری روزی میرے پاس آ جائے؟ آپؒ نے فرمایا کہ وہ شخص علم سے بے خبر ہے۔

بصرہ کے ایک مشہور ماہر قانون ابو قلابہ عبداللہ بن زید (وفات 104ھ) نے ایک شخص کو کہا میں تم کو اگر طلب معاش میں دیکھوں تو یہ میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ تم کو مسجد کے کونہ میں دیکھوں۔

یاد رہے کہ دولت کمانے کے سلسلے میں اتنی جدوجہد بھی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دیگر احکامات سے انسان غافل ہو جائے۔ مولانا مودودی سورۃ الکہف کی آیت 104 ﴿اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا﴾ ”جن کی ساری سعی وجہد دنیا کی زندگی ہی میں گم ہو کر رہ گئی“ کی تشریح میں لکھتے ہیں: یعنی انھوں نے جو کچھ خدا سے بے نیاز اور آخرت سے بے فکر ہو کر صرف دنیا کے لیے کیا، دنیوی زندگی کو ہی صرف اصل سمجھا، دنیا کی کامیابیوں اور خوشحالیوں کو اپنا مقصود بنا لیا، خدا کی ہستی کے اگر قائل ہوئے بھی تو اس کی کبھی فکر نہ کی کہ اس کی رضا کیا ہے، اور ہمیں کبھی اس کے حضور جا کر اپنے اعمال کا حساب بھی دینا ہے۔ اپنے آپ کو محض ایک خودمختار وغیر ذمہ دار حیوان عاقل سمجھتے رہے جس کے لیے دنیا کی چراگاہ سے تمتع کے سوا کوئی کام نہیں ہے۔

ہمارے ہاں یکم مئی یوم مزدوراں کے طور پر تو منایا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے ”ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات“۔ یہاں تو اس قدر بے روزگاری ہے کہ لوگ خودکشیوں پر مجبور ہیں، اور ہمارے ہاں اکثر لوگ نیم بے روزگاری کی کیفیت سے دوچار ہیں اور جن کے پاس کوئی روزگار ہے بھی تو مہنگائی نے ان کی کمر توڑی ہوئی ہے۔ یہ بے روزگاری، نیم بے روزگاری اور مہنگائی دراصل اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے کی وجہ سے ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے تو ہمیں یہ تاکید کی ہے کہ مزدور کی اجرت اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کریں، لیکن ہم تو مزدوری دینے کے لیے مزدور کے اتنے چکر لگواتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ پھر پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہے۔

اسلام نے ہمیں یہ تاکید کی: ﴿کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ ؕ﴾ (الحشر: 7) ”تاکہ ایسا نہ ہو کہ دولت صرف تمہارے امیروں میں ہی گردش کرے“۔ آج ہماری حالت موجودہ باطل نظام کی وجہ سے ایسی ہو گئی ہے کہ امیر امیر تر ہوتا جا رہا ہے اور غریب فاقوں سے مرتا جا رہا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اسلام کو بطور نظام زندگی اختیار کریں، جس کا نمایاں ترین پہلو نظام زکوٰۃ ہے، اسی نظام سے ہمیں معاشی برکات حاصل ہوں گی، اور پسماندہ طبقات ازسرنو باعزت زندگی گزار سکیں گے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام نے محنت کو مناسب مقام نہیں دیا، حالانکہ محنت بھی سرمایہ کی طرح ایک اہم عامل پیدائش ہے۔ مغرب کے اس سرمایہ دارانہ نظام سے مزدور سرمایہ دار کا دشمن دکھائی دیتا ہے، اور وہ ہر وقت یہی سمجھتا ہے کہ سرمایہ دار ہمارا دشمن ہے، اِس کی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام نے انسان کو سرمایہ پرست بنا دیا ہے، لہٰذا محنت کش کی فلاح حقیقتاً کم اور دکھاوے کی زیادہ ہے۔ سرمایہ دار کے نزدیک محنت کش ایسا جانور ہے جسے صرف اتنا ہی مضبوط ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اوپر لدے ہوئے بوجھ کو صحیح طرح کھینچ سکے اور کارخانہ کا پہیہ گھومتا رہے۔ سرمایہ دار یہ سب کچھ سرمائے کے زور پر کرنا چاہتا ہے جس پر مزدور ہڑتال وغیرہ کا حربہ استعمال کرتا ہے۔ لہٰذا یہ باہمی جنگ وجدل جاری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اسلام کے معاشی نظام کو اختیار کریں جو سرمایہ دار اور محنت کش میں توازن پیدا کرے گا۔ اس سے ہی ہم معاشی ترقی کر سکیں گے۔

انسان کو چاہیے کہ جب وہ رزق کھانے لگے تو اسے صرف اپنی محنت کا نتیجہ نہ سمجھے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل سمجھ کر کھائے۔ جیسا کہ سورۃ یٰسٓ کی آیت 35 ہے: ﴿لِیَاۡکُلُوۡا مِنۡ ثَمَرِہٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتۡہُ اَیۡدِیۡہِمۡ ؕ﴾ ”تاکہ یہ کھائیں اس کے پھل اور وہ چیزیں جو ان کے اپنے ہاتھ بناتے ہیں۔“ (ثمرہ) میں (ہٖ) ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھی بتائی جاتی ہے، جیسا کہ التفسیر المظہری میں بیان کیا گیا ہے۔ گویا یہ رزق جو انسان کھاتا ہے، اصولی طور پر اللہ تعالیٰ کا پھیلایا ہوا ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رحمت سے اسے سمیٹتا ہے۔

جب آنحضور ﷺ نے عرب وعجم کے امتیازات کا خاتمہ فرما دیا تو ایران اور دیگر عجمی اقوام حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئیں۔ یہ لوگ اسلام کی قوت بن گئے اور فکرِ عجم اسلام کے مزاج کے ساتھ شیر وشکر ہو گئی۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال اسی ”فکرِ عجم“ کے امین ہیں اور ایران کا ”اسلامی انقلاب“ علامہ اقبال ہی کے افکار کا مرہونِ منت ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے ڈاکٹر ابو معاذ (پی ایچ ڈی فارسی ادب) کی تازہ ترین کتاب:

اہل فارس کی فکری وعملی میراث اور علامہ اقبال

معیاری کمپیوٹر کمپوزنگ ✿ سفید کاغذ ✿ عمدہ طباعت

صفحات 416 ✿ قیمت (مجلد) 250 روپے

(تنظیم اسلامی کے حلقہ جات ومقامی دفاتر اور انجمن ہائے خدام القرآن اپنے آرڈر سے مطلع فرمائیں)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-5869501

انقلاب ایران کے ثقافتی و معاشی محرکات

سید قاسم محمود

ایران کے اسلامی انقلاب کا ایک بڑا محرک اہل ایران کی ثقافتی وابستگی ہے۔ ایران کی آبادی 98 فیصد مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ ظاہر ہے کہ وہاں کے معاشرتی نظام میں ایسا اسلامی طرزِ حیات ہونا چاہیے تھا جس کے اصول، قوانین، آئین، اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب و ثقافت پر مبنی ہوں، مگر اِس روشن حقیقت کے برخلاف پہلوی حکومت ہمیشہ اسلامی ثقافت کو مٹانے کے درپے رہی اور ایک ایسا مغربی تہذیبی نظام قائم کرنے کی کوشش کرتی رہی جسے اسلامی ملکوں میں مغربی سامراج نے رواج دیا تھا۔ اس نظام میں شہریوں کی بس اتنی اہمیت تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ فضول خرچ ہو، اور نہ صرف یہ کہ وہ محض درآمدی اشیاء کو خوب استعمال کرتا ہو، بلکہ اُس کے خیالات، طرزِ فکر اور سوچ بھی درآمدی ہو۔ اس نظام میں عورت صرف زینتِ محفل اور جنسی بھوک مٹانے کے لیے تھی۔ پہلوی حکومت نے ایران کی مسلمان عورت کو اس قدر ذلیل ورسوا کر دیا تھا کہ عورت کی حیثیت ایک بازی گر سے زیادہ نہیں رہ گئی تھی، یعنی ایرانی عورت کے لیے درآمدی اشیاء کی نمائش اور مغربی طرزِ فکر کی تبلیغ کا ذریعہ بننا ہی اُس کا فریضہ اور بہترین مشغلہ تھا۔ عورت کے ساتھ جو توہین آمیز سلوک پہلوی ایران میں ہُوا اُس کی مثال غیر اسلامی ممالک میں بھی نظر نہیں آئے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران میں عورتوں کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا گیا، وہ ہر عورت کے لیے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، بہت بڑی توہین اور ذلت ہے، مگر اسلامی معاشرے میں جہاں ایک عورت کو ایسے پاک و پاکیزہ اور مسلمان بچوں کی تربیت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، جن کا معاشرے کی تعمیری اور معنوی تحریک میں بڑا حصہ ہوتا ہے۔ وہاں عورت کی شخصیت کو اِتنا گرایا گیا کہ وہ محض نمائش کی کٹھ پتلی بن کر رہ گئی۔ عورتوں کے ساتھ اتنی بڑی خیانت کی گئی جسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔

1977ء کے موسم گرما میں شاہ کی بیوی فرح پہلوی کے حکم اور براہ راست اُسی کی سرپرستی میں شیراز میں ایک ''جشن ہنر'' منایا گیا اور اس میں انتہائی مخربِ اخلاق اور بدترین جنسی اعمال ''آرٹ'' کے نام پر حیرت زدہ مسلمان عوام کی آنکھوں کے سامنے انجام دیئے گئے۔ اس طرح کے انسانیت سوز اعمال صرف عورتوں کی عزتِ نفس اور فطری شرافت ہی کے خلاف نہیں، بلکہ انسان کو تکمیلِ انسانیت کی راہ سے بھی منحرف کرتا ہے۔ پہلوی حکومت نے ایرانیوں کو اسلامی تہذیب و ثقافت سے منحرف کرنے کے لیے عورت کا استعمال کیا۔

تعلیمی محرکات

ثقافت کا ایک اور اہم شعبہ تعلیم ہے۔ یہ شعبہ سراسر مغرب سے وابستہ تھا۔ یونیورسٹیوں، تعلیمی و تدریسی مراکز،

> یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں پر پوری طرح مغربی سامراجی نظام کا تسلط تھا۔ تمام مضامین مغرب کی کتابوں سے اخذ کیے جاتے تھے۔ معلمین اور اساتذہ اکثر یورپ اور امریکا سے بلائے جاتے تھے

کالجوں اور سکولوں پر پوری طرح مغربی سامراجی نظام کا تسلط تھا۔ تمام درسیات کے مضامین مغرب کی کتابوں سے اخذ کیے جاتے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ یونیورسٹیوں کے معلمین اور اساتذہ اکثر یورپ اور امریکا سے بلائے جاتے تھے۔ انسانی و معاشرتی علوم بالکل بے قدر ہو کر رہ گئے تھے۔ یونیورسٹیوں کے اِن علوم کے شعبوں میں جتنے مضامین پڑھائے جاتے تھے، اُن کا نصاب اور کتابیں صرف مغرب کی درآمدہ تھیں۔ ''وزارتِ فرہنگ و ہنر'' اور اس سے متعلقہ اعلیٰ تعلیمی اداروں کا کام غیر انسانی اور غیر سماجی اقدار کو رواج دے کر ایرانی نوجوانوں، یعنی لڑکوں اور لڑکیوں کو غیر اسلامی اور غیر ایرانی بنانا تھا۔ اس وقت کے حالات شاہد ہیں کہ نام نہاد ثقافتی ادارے اور آرٹ کے مراکز عملی طور پر بدکاری کے اڈے بن چکے تھے۔ سینما، ریڈیو، تھیٹر، ٹیلی ویژن، یہاں تک نشریات و مطبوعات بھی مغربی ثقافت کی ترویج کے لیے وقف ہو گئے تھے، اور اس مقصد کے لیے زرِ کثیر صرف کیا جاتا تھا۔ علم و دانش کو غیر اہم اور بے قدر سمجھنے کا رواج زور پکڑ چکا تھا۔ اس کا سبب بھی یہی تھا کہ ایرانی جوانوں کا اسلامی علم و دانش سے بہرہ مند ہو جانا ہرگز سامراجیوں کے لیے مفید نہ تھا۔

مغرب زدگی ایک متعدی مرض کی طرح ایرانی عوام کے مزاج میں سرایت کر چکی تھی۔ جو لوگ امریکی یا یورپی یونیورسٹیوں سے ڈگریاں حاصل کر کے آتے تھے، سماج میں اُن کو بڑی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، خواہ اُن کی علمی استعداد و صلاحیت ایران کی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ افراد کے مقابلے میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ مغربی ممالک کا سفر کرنا، وہاں سے چند کلمے انگریزی یا فرانسیسی کے یاد کر لینا اور انہیں اپنی روزمرہ کی گفتگو میں استعمال کرنا بڑی اہمیت رکھتا تھا، پہننا، اوڑھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، یہاں تک کہ مغرب کی تقلید میں بچوں، سڑکوں، گلیوں، کوچوں اور سکولوں کے نام بھی مغربی زبان پر رکھنا ایک قومی عادت بن چکی تھی۔ درباری اور نام نہاد اشراف کے گھرانوں کی عورتیں آرائش و زیبائش اور ملبوسات کے لیے یورپ اور امریکا جاتی تھیں یا میک اپ کرنے والے ماہرین اور درزی مغربی ملکوں سے ایران بلوائے جاتے تھے۔ یہ سب ایسے حالات میں ہوتا تھا جب ایرانی عوام کی اکثریت عام وسائل سے بھی محروم تھی اور لوگ اپنے بچوں کو بھوک اور غربت کا شکار ہو کر مرتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ افلاس کی وجہ سے خودکشی کا رواج شروع ہو گیا تھا۔

پہلوی حکومت کے دور میں ثقافتی و تعلیمی وابستگی اتنی ہمہ گیر اور وسیع تھی کہ عوامی زندگی کے تمام شعبوں پر چھائی ہوئی تھی۔ ماضی میں ایران کے مسلمان اطباء، جیسے ابن سینا اور رازی جیسے عظما نے طب اور دواسازی کے میدان میں کارہائے زرّیں انجام دیئے تھے۔ ایرانی مسلمان کو یہ روایت اور گراں بہا طبی سرمایہ بزرگوں سے میراث میں ملا تھا۔ مغربی سامراجیوں نے نصف صدی کے اندر اندر ایرانی ثقافت کو اس قدر مغرب زدہ بنانے کی کوشش کی کہ ایرانی عوام اپنی قومی اور روایتی طب سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور اِس میدان میں بھی وہ مغرب کے دست نگر اور محتاج بن کر رہ گئے۔ اب معمولی سے معمولی دوائیں اور علاج معالجے کے سامان امریکا اور یورپ سے درآمد ہونے لگے اور معمولی مرض کے علاج کے لیے بھی لوگوں کو امریکا اور

یورپ کے ہسپتالوں میں داخل کرانے کا رواج عام ہوگیا۔

سب سے زیادہ خطرناک اور نتیجہ خیز چیز مغرب سے فکری وابستگی تھی، جس کے لیے پہلوی حکومت نے زبردست کوشش کی۔ فکری، ثقافتی اور تعلیمی وابستگی کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ایرانی جوان ہر شعبۂ حیات میں اپنی اصلی، فکری صلاحیت کھو بیٹھے اور مغربی فکر و تہذیب کو بروئے کار لانے کا عادی ہوتا چلا گیا اور رفتہ رفتہ اپنی اسلامی ثقافت سے دُور ہوتا ہوا اخلاقی زوال کا شکار ہوتا چلا گیا۔

ظاہر بات ہے کہ ایسے حالات میں تحریک برپا کرنے اور انقلاب لانے کے لیے عوامی انقلابی محرکات میں ایک چیز یہ بھی تھی کہ عوام اپنی ثقافت کی پاسداری کریں، اپنے تعلیمی نظام کا تحفظ کریں۔ یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے کہ ہر انقلاب کا بنیادی محرک اپنی ثقافت و تہذیب کا تحفظ ہوتا ہے، اس لیے ثقافتی محرکات کو ایران کے اسلامی انقلاب یعنی اسلامی حکومت کے قیام سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

اقتصادی محرکات

اقتصادی وابستگی کا مسئلہ ہو سکتا ہے کہ ایسے ممالک کے عوام کے لیے زیادہ قابل بحث نہ ہو جو قدرتی ذرائع و وسائل سے مالا مال نہ ہوں، لیکن ایران ایک ایسا ملک ہے جو قدرتی ذرائع، ذخائر اور دولت سے مالا مال ہے۔ اگر ایرانی عوام کسی ایسے دین کے پیروکار ہوتے جس میں معاشی نظام کا فقدان ہوتا تو اُن کے لیے مشرقی بلاک یا مغربی بلاک سے یا دونوں بلاکوں سے اقتصادی طور پر وابستہ ہونا اتنا گراں نہ گزرتا، مگر اہم بات یہ ہے کہ ایک طرف تو ایران میں قدرتی ذرائع فراوانی کے ساتھ موجود ہیں اور دوسری طرف ایرانی عوام کا دین اسلام ہے جو ایک عادلانہ معاشی نظام رکھتا ہے جو اشتراکیت اور مغربی سرمایہ داری کے مقابلے میں کہیں بہتر ہے۔ اس کے باوجود پہلوی حکومت میں اسلام کے معاشی نظام کا شائبہ تک نہ تھا اور نیچے سے اوپر تک پوری اقتصادی زندگی مغرب کی سرمایہ داری اور یہودی سودخوری سے وابستہ ہو کر رہ گئی تھی۔ پہلوی حکومت اقتصادی لحاظ سے پوری طرح سرمایہ داری نظام سے منسلک ہوگئی تھی۔ اس قدر اقتصادی وابستگی کی وجہ یہ تھی کہ پہلوی حکومت کو اس کی سلامتی اور تحفظ کے لیے سامراجیوں کی طرف سے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ اسلام کا اقتصادی نظام نافذ کرنے کا خیال بھی نہ کریں، بلکہ مغربی معاشی نظام کو پوری طرح اور پوری قوت سے رائج کریں۔ اس مقصد کے لیے انہیں بیرونی سرمایہ پوری فراوانی سے فراہم کیا جائے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ ایران میں زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کے اپنے وسائل بکثرت فراہم تھے، لیکن اِن کے پھلنے پھولنے کے امکانات پر ذرا بھی توجہ نہ کی گئی، بلکہ غذائی اشیاء بھی باہر سے منگوائی گئیں، کاشت کاروں کو شہروں میں آباد ہونے کی ترغیب دلائی جاتی تھی، تاکہ زراعت اور کھیتی باڑی کے شعبوں میں کام کرنے اور زرعی پیداوار حاصل کرنے کی تمام صلاحیت بالکل ہی ختم ہو جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ سامراجی منصوبوں کے مطابق دیہات کو چھوڑ کر شہروں میں کام کرنے کی امید لے کر آتے تھے، تو اُن کو مجبوراً ایسے کارخانوں میں کام کرنا پڑتا تھا جو پوری طرح سامراجی ممالک سے وابستہ تھے، جہاں پرزے اور مشینری سب کے سب بیرونی ممالک سے منگوائے جاتے تھے۔ محض پُرزوں کی فٹنگ ایران میں ہوتی تھی، یا دیہاتی لوگ سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر فضول کاموں مثلاً اخبار فروشی اور ٹوپیاں اور درآمدی عینکیں اور جوتے وغیرہ فروخت کرنے میں مشغول ہو جاتے یا پھر اپنی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لیے چوری، ڈاکا اور سٹریٹ کرائمز میں مصروف ہو جاتے (آج کل اپنے پاکستان میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے)

مغرب پر انحصار کرنے کا نتیجہ یہ ہُوا کہ 1977ء میں ملک میں غذائی پیداوار صرف اتنی رہ گئی جو محض ایک ماہ کے لیے کافی ہوتی اور سال کے باقی گیارہ مہینوں کے لیے بیرونی یعنی مغربی ممالک سے منگائی جاتی تھی۔ یہ سب کچھ اُس وقت ہو رہا تھا جب حکومت روزانہ 60 لاکھ بیرل تیل نکالتی تھی اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی صرف درباری اخراجات، اور اسلام کو مٹانے کے لیے سامراجی تفریحی پروگراموں پر صرف کی جاتی تھی۔ اس آمدنی سے ساواک (سازمانِ اطلاعات) کو تقویت پہنچائی جاتی تھی، تاکہ حکومت کے مخالف افراد کی خاطر خواہ سرکوبی کی جاسکے۔

عوام کا کہنا یہ تھا کہ تیل سے حاصل ہونے والی آمدنی زراعت، قرضہ اور مراعات کو فروغ دینے کے لیے کیوں نہیں استعمال کی جاتی؟ ایران کے بیابانوں کو قابلِ کاشت بنانے کی کوشش کیوں نہیں کی جاتی؟ آباد علاقے کیوں ویرانوں میں تبدیل ہوتے جا رہے ہیں؟ کیوں ایسے کارخانے قائم نہیں کیے جاتے جن میں اپنی مصنوعات اپنی صلاحیت کی بنیاد پر تیار کی جاسکیں، اس کی بجائے کیوں مصنوعی اور گھٹیا درجے کی مصنوعات تیار کی جا رہی ہیں۔

ایرانی عوام ایک دوسرے سے پوچھتے تھے، کیا یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ ہماری تمام صنعتیں اور ہمارا پورا اقتصادی نظام غیروں کے قبضے میں رہیں، تاکہ وہ جس وقت چاہیں، ان کو تباہ کر دیں اور ہم ہمیشہ اُن کی درآمدات کے محتاج بن کر، سیاسی طور پر اُن کے تابع اور فرماں بردار ہو جائیں۔ اس کے علاوہ کیا ہم ہمیشہ تیل ہی کی آمدنی پر تکیہ کیے بیٹھے رہیں اور کسی ایسے وسیلۂ آمدنی کی تلاش و جستجو نہ کریں کہ اگر تیل کے ذخائر کبھی ختم ہو جائیں تو قوم اس کے سہارے آزادی کی زندگی بسر کر سکے۔

اِن سوالوں کا جواب تو کیا ملتا، ایرانی عوام نے دیکھا کہ روز بروز تیل نکالنے کی مقدار میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اُس کی پوری آمدنی حکومت کے ایجنٹوں کی عیاشی پر صرف ہو رہی ہے اور ہر لحاظ سے مغرب کی محتاجی بڑھ رہی ہے۔ دوسری طرف زراعت اور کاشت کاری تباہ ہو رہی ہے۔ صنعتوں میں زوال آ رہا ہے۔ کارخانے بھی ایک ایک کر کے بند ہو رہے ہیں۔ اقتصادی ناانصافی بڑھ رہی ہے۔ امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہو رہے ہیں۔ بے جا اسراف کی یہ حالت ہوگئی کہ شاہ نے اپنی تاج پوشی کی رسم کے موقع پر مہمانوں کی ضیافت کا سامان باہر کے ملکوں سے منگوایا تھا اور اس تقریب کے لیے پھول تک ہالینڈ سے منگوائے گئے، جن کی درآمد کے لیے لاکھوں روپیہ صرف خصوصی طیارے کے کرایے پر خرچ ہوا۔ کروڑوں روپیہ صرف کر کے اِس ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہیت کی تشہیر کا مضحکہ خیز جشن منایا گیا۔ (جاری ہے)

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I،II،III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-5869501

تذکرہ سیرت کا مدعا: جذبہ تقلید کی بیداری

شفیق الرحمٰن صدیقی

"میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو بہترین نمونہ ہو، وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لئے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول ﷺ کو مدنظر رکھیں تا کہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے۔"

یہ الفاظ حکیم الامت علامہ محمد اقبال کے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی دینی وفکری اور قلبی تربیت اس طور سے ہو کہ اسوۂ رسول ہر وقت ان کی نگاہوں کے سامنے مستحضر ہو اور جذبہ عمل کو مہمیز ملے اور ان کی اثر انگیزی ان کی زندگی کا جزو لاینفک بن جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں:

پہلا طریق تو درود وصلوٰۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک بن چکا ہے۔ وہ ہر وقت درود پڑھنے کے مواقع نکالتے ہیں۔ عرب کے متعلق میں نے سنا کہ اگر بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا بآواز بلند "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ" پڑھ دیتا ہے تو لڑائی فوراً رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آجاتے ہیں۔ یہ درود کا اثر ہے اور لازم ہے کہ جس پر درود پڑھا جائے، اُس کی یاد قلوب کے اندر اثر پیدا کرے۔

پہلا طریق انفرادی ہے۔ دوسرا اجتماعی ہے یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو حضور آقائے دو جہاں ﷺ کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو، آپؐ کے سوانح زندگی بیان کرے تا کہ ان کی تقلید کا ذوق وشوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔

تیسرا طریق اگرچہ مشکل ہے لیکن اس کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے۔ وہ طریقہ ہے کہ یاد رسولؐ اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے۔ یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے کی جو کیفیت حضور سرور عالم ﷺ کے وجود مقدس سے ہویدا تھی، وہ آج ہمارے تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں

آدمی دید است باقی پوست است
دید آں باشد کہ دید دوست است

یہ جوہر انسانی کا انتہائی کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے۔ یہ طریقہ بہت مشکل ہے۔ کتابوں کو پڑھنے یا میری تقریر سننے میں نہیں آئے گا۔ اس کے لئے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی محفل میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں علامہ اقبالؒ نے واضح کیا ہے کہ محفل میلاد سجاتے وقت اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ نعت پیش کرتے وقت ہمیں یہ تین اسلوب پنانے چاہئیں اور ان مواقع کو تعلیم وتربیت کا ذریعہ بنا لینا چاہیے۔

اسلام ایک خالص علمی تحریک ہے، حضرت آدمؑ سے اس کا آغاز "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ" سے ہوا اور "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o" کی وحی سے اس کی تکمیل، خاتم النبیین حضور نبی کریم ﷺ نے فرمائی۔ اس تحریک کو بڑھانے کے لئے خطبہ جمعہ، خطبہ عیدوحج، وعظ غرضیکہ تعلیم وتربیت کے بے شمار مواقع کا تعین فرمایا۔ یہ ذمہ داری علماء کی ہے کہ وہ ان گراں قدر لمحات میں مواعظ کے ذریعے عوام کی تربیت کریں۔ تنازعات کی منظر کشی کے بجائے کتاب وسنت سے اعتصام کا اہتمام کریں اور لوگوں میں الفت ومحبت اور مودت ومؤانست کے جذبوں کو فروغ دیں۔ حضور اکرم ﷺ اتمام اخلاق کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔ علماء کا فرض بنتا ہے کہ وہ مقاصد بعثت کو فروغ دیں، تا کہ مسلمانوں میں حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی تقلید سے ایک خوشگوار اور عطر بیز ماحول روبکار آسکے اور سنت رسول ﷺ کا اتباع جاری وساری ہو جائے۔

بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے۔ جس کی پیروی ضروری ہے اور ہماری اصل توجہ عملی پہلو پر ہونی چاہیے۔ جو شخص عملی طور پر آپؐ کی سنت پر کاربند نہیں ہوتا، اس کا حضور ﷺ سے محبت کا دعویٰ بے سود ہے۔ وہ اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ آپؐ نے فرمایا "جس نے جان بوجھ کر میری سنت کو ترک کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں" (بخاری)

عبدالرحمان بن ابی قراد فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے وضو کیا تو آپؐ کے کچھ اصحاب آپؐ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ آپؐ نے پوچھا، تمہارے اس کام کا محرک کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ ورسول کی محبت۔ آپؐ نے فرمایا جن لوگوں کو اس بات کی خوشی ہو کہ وہ اللہ ورسول سے محبت کرتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ جب بات کریں تو سچ بولیں اور جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس کو (بحفاظت) مالک کے حوالے کریں اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔" (مشکوٰۃ)

آپؐ نے خوشی کے اظہار کا راز آشکارا کر دیا اور محبت کے اونچے مقام سے بھی آگاہ کر دیا۔ گویا رسول کریم کی محبت کا بلند ترین درجہ آپؐ کی پیروی ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ تقلید رسول اور اتباع رسول ﷺ سے آپؐ کے صحابہؓ اور بعد میں آنے والے بزرگوں میں ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ علماء کا فرض بنتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے وہ واقعات پیش کریں جن سے اس پاکیزہ ذوق کی نشوونما ہو۔ قرآن وحدیث کے وہ غوامض بھی بتائے جائیں جن سے اسلام کی حقیقی روح بیدار ہو اور ایک صالح معاشرہ وجود میں آسکے اور ایک اسلامی ریاست کی تشکیل سے عدل عمرانی کے فیوض وبرکات جلوہ نما ہو سکیں۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

''ان پڑھ علماء'' ایک انوکھی اصطلاح

انتخاب: قاری یحییٰ اشرف عبدالغفار

مضمون کا عنوان پڑھ کر آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ مضمون نگار کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں ہیں جس نے آپس میں دو متضاد چیزوں کو ایک ساتھ جمع کر دیا ہے۔ ان کے عنوان کے پہلے جز میں جس چیز کی نفی کی گئی ہے، دوسرا اجزا اس کو ثابت کر رہا ہے۔ بھلا کیا یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص ان پڑھ بھی ہو اور عالم کہلانے کا مستحق بھی ہو؟ جب وہ ان پڑھ ہے تو عالم نہیں ہو سکتا اور اگر عالم ہے تو ان پڑھ نہیں رہ سکتا۔ تعجب مت کیجئے! جدید دور کی اصطلاحات بھی جدید ہوتی ہیں۔ جدیدیت اور روشن خیالی اِسی کا نام ہے ماڈرن ازم کے طلسماتی نظام میں یہ طاقت موجود ہے کہ وہ متضاد اشیاء کو ایک ہی صف میں بیک وقت جمع کر دے۔ میں تو اپنی علمی بے مائیگی اور بے سمجھی کا بھرپور اعتراف کرتا ہوں۔ اس لئے اگر ''اجتماع ضدین'' (متضاد چیزوں کے جمع کرنے) کا نیا فلسفہ میں اپنی طرف سے پیش کرتا تو آپ کو اس کے قبول کرنے میں تردد ہو سکتا تھا، لیکن یہ نظریہ تو مجھ سے پہلے ''ممتاز مفتی'' جیسے عقلمند دانشور نے پیش کیا تھا۔ گو وہ اپنے اس نظریہ کو صحیح معنوں میں تقویت دینے میں ناکام رہے تھے، لیکن گزشتہ کئی سالوں سے اپنے آپ کو ''عقلِ کل'' سمجھنے والے ہمارے صدر محترم اور ان کے بعض نمک حلال لکھاری اس غیر معقول نظریہ کو بڑی دانشمندی اور ڈھٹائی کے ساتھ ترویج دینے میں کوشاں نظر آ رہے ہیں، صدر محترم متعدد بار، مختلف مواقع میں یہ ارشاد فرماتے چلے آ رہے ہیں، کہ ''ان پڑھ علماء اسلام کی غلط تشریح کر رہے ہیں۔'' (یعنی ان کی اور ان کے آقاؤں کی مرضی و مزاج کے خلاف) ان کا یہ ارشاد بھی میڈیا پر آ چکا ہے کہ ''میں مذہبی عناصر کو جاہل قرار دیتا ہوں۔''

ہم صدر محترم اور ان کے عقلمند ''ہمنواؤں'' سے صرف یہ سوال کرتے ہیں کہ ''پڑھا لکھا'' ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اور اس کا استعمال کس قسم کی مخلوق کے لئے ہوتا ہے؟ اگر آپ فرمائیں کہ ''پڑھا لکھا'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کو پڑھنا لکھنا آتا ہو تو یہ معنی مولویوں کے اندر درجۂ کمال کے ساتھ موجود ہے، کیونکہ وہ صدر محترم اور ان کے رفقاء سے کہیں زیادہ پڑھنے لکھنے سے شغف رکھتے ہیں، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ عصر حاضر میں بھی علماء حضرات اپنے ''یومیہ اوقات'' میں سے کم از کم آدھا وقت کتب بینی اور درس و تدریس میں صرف کرتے ہیں، موجودہ دور کے بڑے مصنفین بھی علماء ہی کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ماضی میں تو ان کی علمی اور تصنیفی خدمات کا اعتراف مسلمان ہی کیا غیر مسلموں کو بھی ہے۔ دور نہ جائیے ماضی قریب کے علماء میں سے صرف ''مولانا اشرف علی تھانوی'' کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے متجاوز ہے۔ اور اگر آپ کی نظر میں ''پڑھا لکھا'' ہونے کے مصداق صرف انگریزی دان ہیں تو اس فضیلت میں یورپ اور امریکہ کے ہوٹلوں میں برتن دھونے والے اور وہاں کی سڑکوں پر جھاڑو دینے والے افراد بھی آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں، بلکہ وہ آپ اور آپ کے رفقاء کے مقابلے میں زیادہ روانی کے ساتھ انگریزی بولنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کو بھی ''پڑھے لکھوں'' کی فہرست میں شامل کرنے میں بخل سے کام نہ لیں۔

واضح رہے کہ علمائے کرام کے بارے میں ہر وقت ''ان پڑھ'' ہونے کا راگ الاپنے والے زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو مدارس میں آنے والے طلبہ کی نوعیت، ان کی علمی استعداد اور یہاں کے نصاب تعلیم سے بالکل ناآشنا ہیں اور صرف اپنے ذہنی مفروضوں یا محض بدگمانیوں کے سہارے مدارس اور اہل مدارس پر اِس قسم کے بے تکے اعتراضات کی برسات کرتے رہتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مدارس اور اہل مدارس دینیہ میں داخلہ لینے کے لئے آنے والے طلبہ میں سے ایک اچھی خاصی تعداد ان طلبہ کی بھی ہوتی ہے جو سکولوں اور کالجوں سے ''میٹرک'' یا اس سے اوپر کی دنیاوی تعلیم حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ پھر ان مدارس دینیہ میں سے بعض وہ بھی ہیں جن کے ہاں ''درس نظامی'' میں داخلہ کے لئے ''میٹرک'' شرط کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لئے وہ خود بھی اپنے ہاں ''عالم'' بننے کے خواہشمند طلبہ کو میٹرک کا نصاب پڑھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ حال ہی میں وفاق المدارس العربیہ نے اپنے تمام ملحقہ مدارس کے لئے میٹرک کو شرط قرار دیا ہے۔) جبکہ عام مدارس دینیہ میں گو مکمل طور پر ''میٹرک'' کا نصاب نہیں پڑھایا جاتا مگر ان کے ہاں بھی ''درس نظامی'' شروع کرنے سے پہلے ایک تین سالہ مختصر سا نصاب پڑھایا جاتا ہے، جس میں طلبہ کو ''فارسی'' اور ''اردو'' کے علاوہ ریاضی اور انگریزی کی بھی اچھی خاصی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس مختصر نصاب سے گزرنے والا ہر طالب علم ''ریاضی'' اور ''انگریزی'' سے بھی کافی حد تک شُد بُد حاصل کر لیتا ہے۔ اگر بالفرض یہ سب کچھ نہ بھی ہو تب بھی مدارس میں پڑھایا جانے والا ''عالم'' کا نصاب اتنا مستحکم اور پختہ علمی استعداد پیدا کرنے کا حامل ہے، جس کو پڑھنے والا طالب علم، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ڈگری حاصل کرنے والے طلبہ سے علمی صلاحیت میں بہت بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس کا بخوبی اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یونیورسٹیوں کے اندر ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات میں اسلامی علوم کا جو حصہ زیرِ درس ہوتا ہے وہ مدارس کے یہاں ابتدائی درجات کے طلبہ کو پڑھایا جاتا ہے۔

جہاں تک ''درس نظامی'' کا تعلق ہے تو اس آٹھ سالہ نصاب میں طلبہ کو صرف، نحو، فلسفہ جدید، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، ادب، فلکیات، علم عروض و قوافی، اور دیگر ڈھیروں علوم و فنون پڑھائے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا تعلیمی مراحل سے گزرنے اور ذکر کردہ درجنوں علوم و فنون پڑھنے کے بعد بھی کسی شخص کو ''ان پڑھ'' کا طعنہ دینا سراسر ناانصافی اور عناد نہیں تو اور کیا ہے......؟

ہم ''پڑھا لکھا'' ہونے کے دعویداروں سے پوچھتے ہیں کہ ایک ''مسلمان'' ایک اسلامی معاشرہ میں زندگی کے شب و روز گزارنے کے باوجود بھی، اگر اسلام کی بنیادی تعلیمات جاننے، وضو اور غسل تک کے مسائل سمجھنے اور صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرنے پر بھی قادر نہ ہو، تو کیا صرف منہ ٹیڑھا کر کے انگریزی کے دو چار بول بولنے سے وہ ''پڑھا لکھا'' ہونے کا مستحق بن سکتا ہے......؟......؟......؟

(بشکریہ سہ ماہی ''ندائے حرمین'' کراچی)

خفیہ بلیک میلنگ

حامد میر

سابق وزیراعظم نواز شریف نے 12 مئی کو معزول شدہ ججوں کی بحالی کا اعلان کیا ہے۔اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ ناقابل برداشت مہنگائی اور لوڈ شیڈنگ کے مارے ہوئے پاکستانیوں کی ایک بڑی اکثریت اپنے مسائل کو بھول کر ججوں کے معاملے میں الجھی ہوئی ہے۔ یہ اکثریت معزول ججوں کی بحالی چاہتی ہے لیکن ججوں کی بحالی کی راہ میں کچھ نادیدہ اور پراسرار رکاوٹیں بدستور موجود ہیں۔ان رکاوٹوں کی نشاندہی کے لئے اس سوال پر غور ضروری ہے کہ جسٹس افتخار محمد چودھری اور ان کے ساتھی ججوں کی بحالی کے بعد کیا ہوگا؟ عام خیال یہ ہے کہ جسٹس افتخار محمد چودھری بحالی کے بعد گمشدہ افراد کے مقدمے کی دوبارہ سماعت شروع کر دیں گے اور ایک دفعہ پھر خفیہ اداروں میں کھلبلی مچا دیں گے اور بغیر مقدمات میں کئی کئی سالوں سے نظر بند افراد کی رہائی کے احکامات جاری ہوں گے۔لال مسجد آپریشن کے بعد سے لاپتہ طلباء و طالبات کے لواحقین بھی سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ یہ مطالبہ بھی کیا جائے گا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی غیر قانونی نظر بندی ختم کرنے کے لئے سپریم کورٹ از خود نوٹس لے اور اگر ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو رہائی مل گئی تو پھر ان کی زبانی ایسے راز طشت از بام ہو سکتے ہیں جو اقتدار کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیں گے۔ شاید یہی وہ خدشات تھے جو 3 نومبر 2007ء کے مارشل لاء نے پاکستان میں جس بحران کو جنم دیا، وہ ابھی تک جاری ہے۔

3 نومبر کے مارشل لاء کا اصل مقصد یہ تھا کہ جسٹس افتخار محمد چودھری کو ہمیشہ کے لئے ماضی کا قصہ بنا دیا جائے اور ایسے انتخابات کروائے جائیں جس میں مسلم لیگ (ق) کو برتری حاصل ہو اور پیپلز پارٹی دوسرے نمبر پر آ جائے۔ منصوبہ یہ تھا کہ پیپلز پارٹی ایک ایسی مخلوط حکومت کا حصہ ہو گی جس میں مسلم لیگ (ق) کے پاس پنجاب، عوامی نیشنل پارٹی کے پاس سرحد اور جے یو آئی (ف) کے پاس بلوچستان ہوتا۔ پیپلز پارٹی کے پاس سندھ کی وزارت اعلیٰ اور مرکز میں وزارت عظمیٰ ہوتی اور صدر پرویز مشرف پاکستان کے طاقتور ترین انسان کے طور پر اصل حکمران بنے رہتے۔اس منصوبے پر 27 دسمبر 2007ء کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے باعث عمل نہ ہو سکا۔27 دسمبر کے سانحے کے بعد کئی دن تک ملک بند رہا۔حکومت نام کی کوئی چیز کہیں نظر نہ آتی تھی اور اندرون سندھ میں پاکستان کے خلاف نعرے لگنے لگے۔ان نعروں کو آصف علی زرداری نے مسترد کیا اور اپنے کارکنوں کے دکھ کو پیپلز پارٹی کی طاقت میں تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ پہلی دفعہ پاکستان کے طاقتور ریاستی اداروں کو پیپلز پارٹی کی اہمیت کا احساس ہوا۔ پاکستان آرمی کے سربراہ جنرل اشفاق پرویز کیانی

> ججوں کی بحالی میں اصل رکاوٹ
> سپریم کورٹ نہیں بلکہ وہ طاقتیں ہیں
> جو گمشدہ افراد کی بازیابی نہیں چاہتیں
> اور جو ڈاکٹر قدیر کی رہائی نہیں چاہتیں

نے 27 دسمبر کے بعد پیدا ہونے والے حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ فوج کو سیاست سے نکال دیا جائے۔ انہوں نے فوجی افسران کی سیاستدانوں سے ملاقاتوں پر پابندی لگا دی۔اس فیصلے کا اطلاق آئی ایس آئی پر بھی کروایا گیا۔آئی ایس آئی کے دو اعلیٰ افسران کے سوا باقی سب کو تاکید کی گئی کہ وہ سیاستدانوں سے میل ملاقات نہ رکھیں۔ان احکامات کی خلاف ورزی پر آئی ایس آئی کے دو کرنل اور دو لیفٹیننٹ کرنل اپنے عہدوں سے ہٹا دیئے گئے۔اس پالیسی کے نتیجے میں پنجاب، سندھ اور صوبہ سرحد میں انتخابات کافی حد تک دھاندلی سے پاک رہے لیکن بلوچستان میں دھاندلی نہ روکی جا سکی۔ بلوچستان پر ملٹری انٹیلی جنس کا کنٹرول تھا اور اسی لیے یہ واحد صوبہ تھا جہاں مسلم لیگ (ق) کو اکثریت حاصل ہوئی۔

18 فروری کے انتخابی نتائج دراصل پرویز مشرف پر عوامی عدم اعتماد کا مظہر تھے لیکن پرویز مشرف نے رائے عامہ کی کوئی پروا نہیں کی۔انہوں نے آرمی ہاؤس میں بیٹھ کر پیپلز پارٹی کو مسلم لیگ (ق) کے ساتھ حکومت بنانے کی ترغیب دی۔ اس ترغیب میں امریکی حکومت کی تائید بھی شامل تھی لیکن پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری انکار کرتے رہے۔ آصف علی زرداری کے اس انکار پر انہیں بھرپور سیاسی پذیرائی حاصل ہوئی۔ انہوں نے مرکز میں پرویز مشرف کی انتہائی ناپسندیدہ جماعت مسلم لیگ (ن) کے ساتھ مل کر حکومت بنائی، لیکن یہ حکومت چند ہی دنوں میں ججوں کے بحران میں گھر گئی۔

آصف علی زرداری ججوں کے بحالی کے خلاف نہیں تھے۔ وہ ججوں کی بحالی کی مخالف قوتوں کے تحفظات دور کرنے کی کوشش کرتے رہے تاکہ نئی حکومت کو مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے لیکن وہ اپنا موقف واضح طور پر سامنے نہ لاسکے اور سیاسی وصحافتی پنڈتوں کی تنقید کا نشانہ بن گئے۔ سب جانتے ہیں کہ جسٹس افتخار محمد چودھری کے اصلی مخالف صدر پرویز مشرف ہیں لیکن میڈیا میں آصف علی زرداری کو جج صاحب کے مخالف کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ پرویز مشرف آج کل کئی کئی گھنٹے جنرل اشفاق پرویز کیانی کے ساتھ گالف کھیلتے ہیں، وہ انتہائی مطمئن ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ فوج نے تین صوبوں میں دھاندلی کا راستہ روک کر ان کے مخالفین کو اکثریت تو دلوا دی لیکن یہ فوج ان کے ساتھ وفادار رہے گی کیونکہ وہ اس فوج کے سپریم کمانڈر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی سے کن اداروں اور کن طاقتوں کے مفادات مجروح ہو سکتے ہیں، نئی حکومت ان طاقتوں سے محاذ آرائی کی سکت نہیں رکھتی اور شاید اسی لیے ملک قیوم ابھی تک پاکستان کے اٹارنی جنرل ہیں۔ جب تک ملک قیوم اٹارنی جنرل ہیں ججوں کی بحالی کے لئے شکوک وشبہات ختم نہیں ہو سکتے۔ ججوں کی بحالی صرف نئی مخلوط حکومت نہیں بلکہ پوری پاکستانی قوم کی ساکھ کا مسئلہ بن چکی ہے۔ ملک قیوم سے گزارش ہے کہ وہ ججوں کی بحالی میں رکاوٹ نہ ڈالیں اور اگر انہیں رکاوٹ ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے تو وہ اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیں۔ ان کا ایک انکار انہیں ولن سے ہیرو بنا سکتا ہے۔ دوسری طرف جسٹس افتخار محمد چودھری کے اردگرد

موجود بعض افراد سے گزارش ہے کہ وہ بھی صرف ججوں کی بحالی کے مطالبے تک محدود رہیں اور عدلیہ کو پارلیمنٹ سے بالاتر ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں۔

جسٹس افتخار محمد چودھری کے بعض ناقدین کا خیال ہے کہ انہوں نے ماضی میں کچھ ایسے فیصلے لیے جو پارلیمنٹ سے بالادستی پر براہ راست حملے کے مترادف تھے۔ مولانا فضل الرحمان کے جسٹس افتخار کے بارے میں تحفظات کی وجہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ نے صوبہ سرحد میں متحدہ مجلس عمل کی حکومت کو حسبہ بل نافذ کرنے سے روکا تھا۔ سرحد اسمبلی نے 10 جون 2003ء کو حسبہ بل منظور کیا اور نفاذ کے لئے گورنر کو بھیج دیا۔ گورنر نے بل پر اعتراضات لگا کر اسے واپس بھیج دیا۔ بعدازاں اسلامی نظریاتی کونسل نے بل کا جائزہ لیا اور سرحد حکومت نے کچھ تبدیلیوں کے بعد گیارہ جولائی 2005ء کو یہ بل دوبارہ صوبائی اسمبلی سے منظور کرایا۔ گورنر سرحد نے اسی دن صدر پرویز مشرف سے استدعا کی کہ وہ حسبہ بل کے بارے میں سپریم کورٹ سے رجوع کریں۔ صدر نے آئین کی دفعہ 186 کے تحت حسبہ بل کے بارے میں سپریم کورٹ سے رجوع کیا۔ عدالت میں خالد انور، بیرسٹر فاروق حسن اور جسٹس (ر) عبدالکریم کنڈی نے بل کا دفاع کیا اور کہا کہ سپریم کورٹ کسی اسمبلی کے منظور کردہ بل کو مسترد نہیں کر سکتی لیکن 4 اگست 2005ء کو جسٹس افتخار محمد چودھری نے حسبہ بل کو غیر آئینی قرار دے دیا۔ وزیر قانون فاروق نائیک کو خدشہ ہے کہ اگر 12 مئی کو اسمبلی میں ججوں کی بحالی کے لئے قرارداد منظور ہوتی ہے اور اس قرارداد کے بعد جاری ہونے والا ایگزیکٹو آرڈر آئین کے مطابق نہ ہوا تو سپریم کورٹ حکم امتناعی جاری کر سکتی ہے۔ انہیں یہ بھی خدشہ ہے کہ حسبہ بل کے بارے میں جسٹس افتخار کے اپنے ہی فیصلے کی بنیاد پر سپریم کورٹ آئینی بل کو روکنے کی کوشش بھی کر سکتی ہے۔ ہماری ناقص رائے میں ججوں کی بحالی میں اصل رکاوٹ سپریم کورٹ نہیں بلکہ وہ طاقتیں ہیں جو گمشدہ افراد کی بازیابی نہیں چاہتیں اور جو ڈاکٹر قدیر کی رہائی نہیں چاہتیں۔ یہ طاقتیں اپنی غیر اعلانیہ اور خفیہ بلیک میلنگ سے باز نہیں آتیں تو پھر آصف زرداری اور نواز شریف انہیں بے نقاب کر دیں۔ دونوں رہنماؤں کو عوامی طاقت پر اعتماد کرنا چاہیے۔ عوامی طاقت کے سامنے ہر طاقت بے بس ہو جاتی ہے۔ یہی تاریخ کا سبق ہے اور ججوں کی بحالی کا حاصل بھی ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

پریس ریلیز 4 مئی 2008ء

ہمیں اسلامی نظام کے لئے منظم طاقت بن کر باطل کو چیلنج کرنا ہوگا

ڈاکٹر اسرار احمد

بانی تنظیم اسلامی و صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن، ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن آڈیٹوریم میں ماہانہ سوال و جواب کی نشست میں کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ درحقیقت ایک عمل یعنی اسلام کے نظام عدل کے قیام کے دو مرحلے ہیں، جس کا آغاز جہاد فی سبیل اللہ اور اختتام قتال فی سبیل اللہ۔ مگر جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر قتال یعنی جنگ فی سبیل اللہ کا آغاز کرنا درست نہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کے مرحلے میں دعوت و تبلیغ کے ذریعے اسلامی نظام کی اہمیت اور حقیقت کی وضاحت اور ماننے والوں کا تزکیہ و تربیت کی جاتی ہے۔ جب اس کے نتیجہ میں تیار ہونے والے لوگ ایک قیادت میں مضبوط اور منظم جماعت کی شکل اختیار کر جائیں تو انہیں میدان میں آ کر باطل کو چیلنج کرنا چاہیے، اس سے پہلے قتال فی سبیل اللہ کا آغاز کرنا طریق محمدیؐ کے خلاف ہوگا۔ لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ جنگ کسی دوسری شکل میں جائز نہیں۔ غیر ملکی تسلط اور فاسق و فاجر حکمرانوں کے خلاف جنگ کے لئے مذکورہ مراحل ضروری نہ ہوں۔ البتہ اس جنگ کو قتال فی سبیل اللہ کے ساتھ خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ یہ آزادی کے لئے جنگ ہوگی۔ لہٰذا اسے قتال فی سبیل حریت کہنا درست ہوگا۔

ایک اور سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگرچہ قتال فی سبیل اللہ سے مراد دو طرفہ جنگ ہوتی ہے لیکن آج کے دور میں اس کا ایک متبادل غیر مسلح، عوامی مزاحمتی تحریک کی شکل میں سامنے آیا ہے اور بعض حالات میں اس میں کامیابی بھی ہوئی ہے۔

(سردار اعوان، معتمد ذاتی بانی تنظیم اسلامی)

پریس ریلیز 2 مئی 2008ء

مزدور محنت کے باوجود روٹی کو ترستا ہے۔ اسلام ہر شخص کو برابر کے حقوق عطا کرتا ہے

حافظ عاکف سعید

یکم مئی ہر سال کی طرح اس سال بھی مزدوروں کے حقوق کے عالمی دن کے حوالے سے منایا گیا، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ ''ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات''۔ چنانچہ سارا دن شدید محنت کرنے کے باوجود ایک غریب محنت کش کو دو وقت کی روٹی اور بنیادی انسانی ضروریات بھی میسر نہیں جبکہ دوسری طرف صنعت کار اور جاگیر دار طبقہ عیش کر رہا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام، باغ جناح، لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام بدترین استحصالی نظام ہے جس میں امیر طبقہ امیر سے امیر تر ہو رہا ہے جبکہ متوسط طبقہ کے لوگوں کی عظیم اکثریت خط غربت سے بھی نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئی ہے جو روٹی، کپڑا اور مکان کے علاوہ تعلیم، علاج معالجہ اور حصول انصاف جیسی بنیادی ضروریات زندگی سے بھی محروم ہے۔ آج پوری دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام چھایا ہوا ہے جس کے پیچھے یہودی ذہنیت کار فرما ہے۔ اسلام کے بارے میں یہ تصور کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام کو سپورٹ کرتا ہے، انتہائی خلاف واقعہ ہے۔ اسلام نظامِ عدلِ اجتماعی کا علمبردار ہے جس میں ہر شخص کو معاشی، سیاسی اور سماجی اعتبار سے مکمل حقوق اور یکساں مواقع حاصل ہوتے ہیں اور کوئی شخص کسی دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتا۔ اسلامی فلاحی ریاست میں ہر شہری کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت کی اولین ذمہ دار حکومت ہوتی ہے جس کا عملی نمونہ ہمیں دورِ خلافت راشدہ میں نظر آتا ہے۔ نظام خلافت راشدہ دراصل نبی اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا سب سے بڑا مظہر ہے، لیکن مسلمانوں کی بدنصیبی کا یہ عالم ہے کہ آج دنیا میں 150 کروڑ مسلمان ہیں اور ستاون اسلامی ممالک ہیں لیکن کسی ایک ملک میں بھی اسلام کا یہ نظام عدلِ اجتماعی قائم نہیں ہے جبکہ اللہ نے اپنے رسولوں کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ نہ صرف وہ لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچا دیں بلکہ اس دینِ حق کو قائم و نافذ بھی کر کے دکھائیں تا کہ لوگوں کو دنیا میں بھی عدل و انصاف، امن و امان اور دیگر انسانی حقوق کی فراہمی کا انتظام ہو اور ان کی آخرت بھی سنور جائے۔ انہوں نے کہا کہ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی قائم و نافذ کریں تاکہ یہی وہ نظام ہے جو کامل عدل و انصاف کا ضامن ہے۔ اس نظام کے اندر لوگوں کو بنیادی ضروریات زندگی فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے تا کہ لوگ بندگیٔ رب کے تقاضے پورے کر سکیں۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے زیر اہتمام مظاہرہ کی رپورٹ

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام 2008ء کے سالانہ آل پاکستان ملک گیر مظاہروں کے سلسلے کا پہلا مظاہرہ نظام خلافت کے عنوان سے ہونا قرار پایا۔

24 اپریل بروز جمعرات حلقہ لاہور کے رفقاء نے عصر کی نماز مسجد شہداء چوک ریگل مال روڈ میں ادا کی۔ نماز عصر کے بعد ناظم مظاہرہ غازی وقاص صاحب کی ہدایات کی روشنی میں رفقاء نے بینرز اور پلے کارڈ اٹھا کر مسجد شہداء سے لے کر اسمبلی ہال تک واک کی۔ اس واک کی قیادت امیر حلقہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے کی۔ اسمبلی ہال کے چوک میں پہنچ کر رفقاء چوک کے چاروں طرف ایک ترتیب کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ بینرز اور ٹی بورڈ عجب رنگ دکھا رہے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ تنظیم اسلامی کے جھنڈے بھی لہرا رہے تھے۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے ایک وہی باقی بتان آزری
بندوں کی نہیں صرف رب کی غلامی
تنظیم اسلامی تنظیم اسلامی

☆ اللہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا (القرآن)
☆ جرائم کا خاتمہ اور امن کا قیام صرف اسلام کے نظام کے قیام سے ہی ممکن ہے۔
☆ اور جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو فاسق ہیں۔ (القرآن)

سڑک اور چوک میں سے گزرتے ہوئے لوگ تحسین آمیز نظروں سے مظاہرین کو دیکھ رہے تھے۔ تلاوت کلام پاک سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد نعیم اختر عدنان نے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا دو قومی نظریہ کی بنیاد پر قائم ہونے والا اسلامی جمہوریہ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے عملی نفاذ کے لئے معرض وجود میں آیا۔ بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے قیام پاکستان کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ مفکر پاکستان علامہ اقبال نے مسلمانوں کے لئے الگ وطن کے قیام کی ضرورت بیان کرتے ہوئے اپنے مشہور خطبہ الہ آباد میں فرمایا تھا کہ اس کے ذریعے ہم اسلام کی اصل تعلیمات لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کے روشن چہرے پر عرب ملوکیت کے جو پردے پڑے ہوئے ہیں ان کو ہٹا کر اسلام کا اصل چہرہ دنیا کو دکھایا جا سکے۔ قیام پاکستان کے چند ماہ بعد پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے دستور ساز اسمبلی سے قرارداد مقاصد کی منظوری دلوائی۔ جس کی رو سے پاکستان میں حاکمیت اعلیٰ کا اختیار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے جب کہ جمہور مسلمان اپنے نمائندوں کے ذریعے سے حق نیابت یعنی خلافت کے فرائض ادا کریں گے۔ لیکن 60 سال گزر جانے کے بعد بھی وہ خواب ابھی ہنوز تشنۂ تعبیر ہے۔ ہمارا پیارا ملک بحرانوں کی دلدل میں پھنسا نظر آتا ہے اس کا اصل سبب ملک کے اصل نظریے اسلام سے گریز اور انحراف ہے بقول اقبال۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

تجمل حسن میر نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اپنوں کی غلطیوں اور دشمنوں کی سازش نے قوم کو گمراہ کر دیا اور قوم کی اکثریت نے اپنی منزل صرف دنیاوی کامیابی اور ترقی حاصل کرنا سمجھ لیا۔ یاد کیجئے تحریک پاکستان میں عوام نے قربانیاں اس وقت دیں جب تحریک میں یہ نعرہ بلند کیا گیا۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ تحریک پاکستان کی اصل منزل خلافت راشدہ کے نقش قدم پر ایک مثالی اسلامی ریاست قائم کرنا ہے۔ موجودہ عالمی سیاسی تصور یہ ہے کہ سیاست میں آسمانی ہدایت کا کوئی عمل دخل نہیں اور جمہوریت میں حاکمیت کا حق عوام کو دے کر یہ اقرار کیا جاتا ہے کہ زندگی گزارنے کا طریقہ اور قوانین انسان کو خود بنانے چاہئیں اور جس چیز پر انسانوں کی اکثریت متفق ہو جائے وہی ان کا قانون اور ضابطہ ہے۔ یاد رکھئے انسان کی حاکمیت چاہے ایک شخص کی ہو جیسے فرعون کی یا جمہوریت کی صورت میں popular sovereignty یعنی عوامی حاکمیت ہو قرآن مجید کی رُو سے شرک ہے۔ ہمارے لئے جمہوریت کو بطور سیاسی نظام رد کرنے کے لئے یہ ایک بنیادی وجہ ہی کافی ہے۔ توحید کا تقاضا تو یہ ہے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور انسانوں کے لئے خلافت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا منطقی نتیجہ ہے۔ اسلام کے نظام اجتماعی کو قرآن میں ''خلافت'' کا عنوان دیا گیا ہے۔

آخر میں امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام تو نام ہی حقوق العباد کا ہے۔ حقوق اللہ کے ضمن میں عبادات بھی اسی لئے فرض کی گئیں کہ تعلق مع اللہ قائم کرتے ہوئے انسانوں کے حقوق ادا کئے جائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہماری عبادات سے مستغنی ہے اللہ تو چاہتے ہیں کہ انسان اللہ کو راضی کرنے کے لئے انسانوں کی خدمت کریں۔ یہی اس دنیا کی غایت تخلیق ہے۔ اور اسی میں انسانوں کا امتحان ہے۔ سیکولر نظام متاع الغرور ہے۔ سطحی طور پر انسانوں کی فلاح کی ملمع کاری کرتا ہے۔ جبکہ یہ بدترین درجہ کا استحصالی نظام ہے، جس میں طبقاتی کشمکش اپنے انتہائی گھناؤنے عروج پر نظر آتی ہے۔ یہ ملٹی نیشنل کارپوریشنز اور ٹرانسنیشنل کارپوریشنز کی بالادستی قائم کرتی ہے۔ اور انسان کو ایک حیوانی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ امیر حلقہ نے دعائیہ کلمات کے ساتھ مظاہرے کے اختتام کا اعلان کیا جس کے بعد رفقاء واک کرتے ہوئے مسجد شہداء تک گئے اور پھر پُر امن طور پر منتشر ہو گئے اور یوں یہ مظاہرہ اختتام کو پہنچا۔

(رپورٹ: محمد یونس)

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین راولپنڈی/اسلام آباد کا اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین راولپنڈی، اسلام آباد کے زیر اہتمام دینی و تربیتی اجتماعات کا سلسلہ جو کہ جنوری 2007ء سے شروع ہوا تھا، وہ باقاعدگی سے تاحال جاری و ساری ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کی مدد سے اور نقیبات کے تعاون سے ہر دو ماہ بعد خواتین کا اجتماع فیض آباد دفتر حلقہ اور دیگر مختلف مقامات پر منعقد ہوتا رہا۔ اس سلسلے کا باقاعدہ آغاز 06 جنوری 2007ء سے ہوا تھا۔ جس میں لاہور مرکز سے نائب ناظمہ محترمہ باجی امۃ المعطی صاحبہ تشریف لائی تھیں اور نقیبات کے تعاون سے راقمہ نے یہ عزم کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم رفیقات ''نصاب برائے خواتین'' کا باقاعدگی سے آغاز کرتے ہوئے سلیبس کے مطابق پڑھتے رہیں گے۔

لہٰذا سلیبس کو مد نظر رکھتے ہوئے سال کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور طے پایا کہ ہر چار ماہ بعد تحریری امتحان لیا جائے گا۔ لہٰذا پہلے سالانہ نصاب کی تکمیل پر لاہور مرکز سے محترمہ امۃ المعطی کو دعوتِ خاص دی گئی۔ جسے انہوں نے شرفِ قبولیت بخشا اور 30 مارچ بروز اتوار اسلام آباد تشریف آوری کی نوید سنائی۔ پروگرام طے شدہ وقت کے مطابق سوا دس بجے جامع مسجد گلزار قائد میں شروع ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جس کی سعادت رفیقہ محترمہ رقیہ بی بی نے حاصل کی اور سورۃ رحمٰن کی ابتدائی آیات کی تلاوت پیش کی۔ اس کے بعد راقمہ نے پروگرام کا ایجنڈا بتاتے ہوئے باقاعدہ کارروائی کا آغاز کیا اور سال گزشتہ کے دوران نئی شامل ہونے والی رفیقات کو دعوت دی کہ وہ اسٹیج پر آ کر اپنا تعارف کرائیں اور تنظیم اسلامی میں شمولیت کا مقصد بھی بتائیں۔ اس سلسلے میں محترمہ فرینہ لطیف عباسی، رقیہ بی بی اور عطیہ وسمیہ عارف نے اپنا تعارف کروایا۔

اس کے بعد نائب ناظمہ کا عمومی درسِ قرآن مجید شروع ہوا۔ محترمہ نے ''قرآن مجید اور تقویٰ'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی اور بتایا کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ صرف اور صرف قرآن مجید کے احکامات پر عمل اور سیرت کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ یہ درس تقریباً 45 منٹ

تک جاری رہا۔

اس کے بعد اسرہ نمبر 4 کی نائب نقیبہ محترمہ مسز منزہ عارف صاحبہ نے "بیعت کی اہمیت اور مرد و عورت کے لئے جماعتی زندگی کی ضرورت" پر بھرپور گفتگو کی۔ یہ درس یقیناً ترغیب و تشویق کے حوالے سے بہترین تھا۔

پروگرام کے اختتام پر محترمہ باجی امۃ المعطی نے حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے اور ربیع الاوّل کے حوالے سے بتایا کہ نبی کریم ﷺ سے محبت و عقیدت کا حق یہی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گزاریں۔ پروگرام کا اختتام تقریباً ساڑھے بارہ بجے ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً ڈیڑھ سو خواتین نے شرکت کی، جن کی تواضع کا مناسب انتظام کیا گیا تھا۔

خدائے بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ ہمیں شریعت محمدی ﷺ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(رپورٹ: مسز عاتکہ علاؤ الدین)

تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام فہم دین پروگرام

20 اپریل 2008ء کو تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام فہم دین پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز صبح دس بجے ہوا۔ اس پروگرام میں مدرس کے فرائض مقامی امیر تنظیم انجینئر محمد عطاء اللہ خان نے انجام دیئے۔ آپ نے پروگرام کے پہلے گھنٹے میں دین و مذہب کا فرق اور دین اسلام کا ہمہ گیر تصور بڑے سہل اور آسان فہم انداز میں شرکاء کے سامنے رکھا۔ گیارہ بجے چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے دوران سوال و جواب کا دور بھی جاری رہا۔ اس کے بعد امیر محترم نے فرائض دینی کے جامع تصور کے عنوان کے تحت شرکاء کے سامنے عبادت رب، شہادت علی الناس اور فریضہ اقامت دین کی وضاحت کی اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے التزام جماعت و بیعت کی اہمیت کو بیان کیا۔ اس کے بعد چند شرکاء کی جانب سے بیان کردہ موضوع کے بارے میں اشکالات کے جوابات دیے گئے۔ اس پروگرام کے آخری موضوع یعنی منہج انقلاب نبویؐ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی، جس میں سیرت النبی ﷺ کے انقلابی مراحل دلوازم بیان کیے گئے۔ ظہر کی نماز کے بعد ایک مختصر نشست سوال و جواب کی ہوئی اور اس پروگرام کے آخر میں شرکاء کو کھانا پیش کیا گیا۔ نیو ملتان تنظیم کے چھ رفقاء اور ان کے زیر دعوت نو احباب شریک ہوئے جن میں سے تین ساتھیوں محمد نواز، راؤ مہربان علی، کریم الدین، نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔

(رپورٹ: سید حامد اللہ)

حلقہ وسطی پنجاب 2008ء کا پہلا سہ ماہی اجتماع

حلقہ وسطی پنجاب 2008ء کا پہلا سہ ماہی اجتماع مورخہ 20 اپریل 2008ء بروز اتوار ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقد ہوا۔ ضلع لیہ سے رفقاء اور احباب صبح ساڑھے 6 بجے چودھری صادق علی کی معیت میں ٹوبہ ٹیک سنگھ پہنچ گئے۔ جھنگ کے رفقاء امیر حلقہ انجینئر مختار فاروقی کی معیت میں سوا سات بجے ٹوبہ ٹیک سنگھ پہنچ گئے۔ مقامی امیر تنظیم پروفیسر خلیل الرحمٰن اپنے رفقاء کے ہمراہ استقبال کے لیے موجود تھے۔

آٹھ بجے تلاوت قرآن پاک سے اس اجتماع کا آغاز ہوا۔ رفیق تنظیم جواد عمر نے سورۃ الضحیٰ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ نقابت کے فرائض پروفیسر خلیل الرحمٰن نے سرانجام دیے۔ تلاوت کے بعد امیر حلقہ جناب انجینئر مختار فاروقی نے سٹیج پر تشریف لا کر حاضرین کو خوش آمدید کہا، اور اس اجتماع کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ آج کے دور میں ہم دنیاوی کاموں کی ترویج کے لیے تو بڑے اہتمام سے اکٹھے ہوتے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کی ترویج کے لیے مشکل سے جمع ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آج کے اس پُرفتن دور میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ روز محشر باری تعالیٰ فرمائیں گے کہ بلاؤ ان لوگوں کو جو دنیا میں صرف میری وجہ سے ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ ان کے لیے خاص اہتمام کرو۔ آپ نے حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن 7 قسم کے آدمیوں کو عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔ یعنی 1۔ عادل حاکم 2۔ جوانی میں اللہ کی عبادت کرنے والا 3۔ وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا رہے 4۔ ایسا شخص جس کو کسی خوبرو اور باحیثیت عورت نے دعوت گناہ دی ہو اور اس نے انکار کر دیا ہو 5۔ ایسے دو آدمی جو خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے ملتے ہوں 6۔ ایسا آدمی جو تنہائی میں اللہ کے ڈر سے آنسو بہائے 7۔ ایسا آدمی جو دائیں ہاتھ سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور بائیں ہاتھ کو پتہ بھی نہ چلے۔

آپ نے احباب پر زور دیا کہ کسی نہ کسی جماعت میں ضرور شمولیت اختیار کریں۔ آپ نے ان پر وضاحت فرمائی کہ تنظیم اسلامی ایک خالصتاً اسلامی انقلابی جماعت ہے جو خالصتاً اللہ کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے کام کر رہی ہے۔ آپ نے رفقاء کی توجہ تبلیغ دعوت کی طرف کروائی کہ اس سلسلہ کو لے کر آگے بڑھیں۔

تذکیر بالقرآن کے حوالہ سے انجینئر عبداللہ اسماعیل نے سورۃ ق کی ابتدائی آیات کا رواں ترجمہ اور مختصر تفسیر بیان کی۔ جاوید اقبال (لیہ) نے درس حدیث دیا اور آنے والے زمانے کی پیشین گوئیوں کے متعلق حدیث سنائی۔ چودھری صادق علی نے اپنے خطاب میں بتایا کہ جیسے غیر مسلم اسلام کو مسلمانوں کے کردار سے دیکھتے ہیں، اسی طرح عام مسلمان تنظیم کو اس کے رفقاء کے کردار سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں لوگوں کے سامنے اچھا نمونہ بننا چاہیے۔ آپ نے رفقاء سے اپیل کی کہ دین کی سربلندی کے لیے خصوصاً اپنا تن من دھن لگا دیں۔ ان شاء اللہ اس کے بہت بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔ رفیق تنظیم مولانا محمد اظہر ظہیر (گوجرہ) نے سورہ توبہ کی آیت نمبر 21-20 اور مختلف احادیث کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ پر بھرپور روشنی ڈالی۔

مختصر وقفہ کے بعد گیارہ بجے دوبارہ نشست کا آغاز ہوا۔ محمد نواز (ٹوبہ ٹیک سنگھ) نے سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کی روشنی میں مثالی رفیق کا خاکہ پیش کیا اور مسنون دعاؤں کی اہمیت پر بھی سیر حاصل گفتگو کی۔ ساڑھے بارہ بجے کھانے اور نماز ظہر اور آرام کا وقفہ دیا گیا۔ ایک بجے نماز ظہر ادا کی گئی، ڈیڑھ بجے رفقاء کو کھانا پیش کیا گیا۔

اڑھائی بجے نشست کا دوبارہ آغاز ہوا۔ امیر تنظیم ٹوبہ ٹیک سنگھ پروفیسر خلیل الرحمٰن نے "ہماری دینی ذمہ داریاں" کے عنوان پر لیکچر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ آج ہم دین سے دوری کی وجہ سے رسوا ہو رہے ہیں۔ ہم مسلمان ہونے کے دعویدار تو ہیں لیکن ایمان حقیقی سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ اسوۂ حسنہ پر عمل ہی ہماری نجات کا واحد ذریعہ ہے۔

آخر میں امیر حلقہ انجینئر مختار فاروقی نے اپنے اختتامی کلمات میں سورۃ العصر کا ترجمہ سنایا اور رفقاء کو مقصد حیات کی یاد دہانی کرائی۔ رفقاء و احباب پر زور دیا کہ آپ اپنی عبادات میں زیادہ خشوع پیدا کریں اور تلاوت میں اضافہ کریں۔ اس اجتماع میں تقریباً 70 رفقاء اور احباب شامل ہوئے۔ یہ اجتماع چار بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ تمام رفقاء اور احباب ایک نئے ولولے اور جوش کے ساتھ رخصت ہوئے۔ (رپورٹ: رانا صبغت اللہ)

دعائے مغفرت کی اپیل

- غلام نبی کی پھوپھی وفات پا گئی
- ملتزم رفیق عبدالودود کی والدہ فوت ہوگئی
- ملتزم رفیق عثمان کی نانی وفات پا گئی
- مبتدی رفیق خالد اکرام کی دادی فوت ہوگئی
- ملتزم رفیق فاروق کے ماموں فوت ہوگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

صدر ایران کا دورۂ پاکستان

پچھلے ہفتے ایرانی صدر احمدی نژاد نے پاکستان کا دورہ کیا۔ یہ ان کا پہلا دورۂ پاکستان تھا۔ اس دورے کا نتیجہ اُمید افزا نکلا اور اخباری اطلاعات کے مطابق گیس پائپ لائن منصوبے کی تمام رکاوٹیں دور ہوگئیں۔ یہ 7.5 ارب ڈالر کا منصوبہ ہے جو پندرہ سولہ سال قبل ایران ہی نے پیش کیا تھا۔ بعد کو ٹیرف کے مسئلے پر پاکستان و بھارت میں اختلافات پیدا ہوگئے اور منصوبہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ تاہم پچھلے سال یہ اختلافات جاتے رہے، کیونکہ بھارت کو ایندھن کی اشد ضرورت ہے۔

گیس فراہم کرنے کے علاوہ ایران پاکستان کو 1100 میگاواٹ بجلی بھی روزانہ فراہم کرے گا۔ اس سلسلے میں ایران کے وزیر توانائی جلد پاکستان کا دورہ کریں گے تاکہ معاملات طے کیے جاسکیں۔ یوں پاکستانی حکومت کو لوڈشیڈنگ کے جن پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔

اطالوی افغانستان میں رہیں گے

اطالوی وزیر خارجہ فرانکو فراتینی نے اعلان کیا ہے کہ ابھی ڈھائی ہزار اطالوی فوجی افغانستان ہی میں رہیں گے، کیونکہ یہ ان کی واپسی کا مناسب وقت نہیں۔ وزیر خارجہ کا کہنا ہے۔ صدر حامد کرزئی پر حملہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ابھی اٹلی اور اس کے نیٹو ساتھیوں کو افغانستان ہی میں قیام کرنا چاہیے۔

بحرین کی یہودن سفیر

بحرینی حکومت نے ایک یہودن ہدی عذرا ابراہیم نونو کو امریکہ میں اپنی نئی سفیر مقرر کر دیا ہے۔ 40 سالہ ہدی عذرا وہ پہلی یہودن بھی ہے جو بحرین کی شورائے کونسل کی رکن بنی۔ بحرینی حکومت کا کہنا ہے کہ ہدی کا انتخاب اس بات کا مظہر ہے کہ بحرین میں رواداری اور آزادی کا دور دورہ ہے۔

عالمی رہنما سنبھل کر رہیں

اگلے ماہ اسرائیل کے قیام کی ساٹھویں سالگرہ ہے۔ اس سلسلے میں اسرائیلی حکومت وسیع پیمانے پر تقریبات منعقد کر رہی ہے۔ اُدھر فلسطین اتھارٹی کے صدر محمود عباس نے تقریبات میں آنے والے عالمی رہنماؤں کو متنبہ کیا ہے کہ جس کسی رہنما نے مغربی کنارے کا دورہ کیا، اس کا عارضی طور پر بائیکاٹ کر دیا جائے گا۔

دریں اثنا مصری حکومت کی کوششوں سے حماس سمیت 12 فلسطینی تنظیموں نے غزہ کی پٹی میں اسرائیل سے جنگ بندی معاہدہ کر لیا ہے۔ اب وہ غزہ سے اسرائیل پر راکٹ نہیں پھینکے گی۔

معقول لباس پہنو

ایرانی پولیس اس ہفتے سے ان کمپنیوں کے خلاف کارروائی کرے گی جہاں ملازم خواتین لباس پہننے کے مذہبی و سرکاری قوانین پر عمل درآمد نہیں کرتیں۔ ایرانی سرکاری قانون کی رو سے جو عورت باہر نکلے، اس کا سر چادر یا برقع سے ڈھکا ہونا چاہیے۔ نیز وہ ایسے کپڑوں میں ملبوس ہو جو اس کا بدن پوشیدہ رکھیں۔ اس قانون کے تحت وہ خواتین بھی آتی ہیں جو دفاتر میں مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں۔

وقتاً فوقتاً ایرانی پولیس کمپنیوں کے دفاتر، ہوٹلوں اور ریستورانوں پر یہ دیکھنے کے لیے چھاپے مارتی ہے کہ قانون پر عمل درآمد ہو رہا ہے یا نہیں۔ اگر کسی ہوٹل یا کمپنی میں خواتین کا لباس ناشائستہ اور غیر اسلامی نظر آئے، تو اُسے بند کر دیا جاتا ہے۔

8 بجے دکانیں بند کرو

پاکستان کی طرح بنگلہ دیش بھی بجلی کی شدید کمی کا شکار ہے اور وہاں عوام الناس لوڈشیڈنگ کے خلاف مظاہرے کرتی رہتی ہے۔

بجلی کی کمی پر قابو پانے کے لیے بنگلہ دیشی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ اب تمام دکانیں 8 بجے تک بند کر دی جائیں۔ مگر یہ دیکھنے میں آیا کہ ڈھاکہ میں کئی شاپنگ سینٹر 8 بجے بند نہیں ہوتے۔ اس پر حکومت نے ان پر کریک ڈاؤن کر دیا اور اعلان کیا کہ جس کسی نے 8 بجے کے بعد اپنی دکان کھولی اس کا کاروبار بند کر دیا جائے گا۔ آج کل پاکستان میں بھی یہ تجویز زیر غور ہے کہ 8 بجے تمام دکانیں بند کر دی جائیں تاکہ بجلی کی بچت ہو سکے۔

فلپائنی حکومت کی نااہلی

فلپائن کے جنوبی جزائر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہاں وہ کسی حد تک خود اختیاری چاہتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے گزشتہ کئی برس سے تحریک آزادی چلا رکھی ہے۔ فی الوقت مورو اسلامک لبریشن فرنٹ فلپائنی مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم ہے جو 2001ء سے ملائیشیائی حکومت کی ایما پر فلپائنی حکومت سے امن مذاکرات کر رہی ہے۔

تاہم فلپائنی حکومت کی لیت و لعل اور جھوٹے وعدوں کے مطابق یہ مذاکرات تعطل کا شکار ہیں۔ لبریشن فرنٹ کے سربراہ، الحاج ابراہیم مراد نے اعلان کیا ہے کہ اگر امن مذاکرات ناکام ہوئے، تو فلپائنی حکومت اس کی ذمے دار ہوگی۔

صومالیہ پر امریکہ کا حملہ

پچھلے ہفتے امریکی جنگی طیاروں نے وسطی صومالیہ کے شہر، دسمراب میں بمباری کر کے الشباب کے قائد عدن ہشی ایرو کو شہید کر دیا۔ الشباب صومالی اسلام پسند رہنماؤں کی تنظیم اسلامک کورٹس کونسل کا ملٹری ونگ ہے۔ امریکیوں کا دعویٰ ہے کہ عدن ہشی القاعدہ کے رکن تھے۔ انہوں نے افغانستان میں فوجی تربیت حاصل کی تھی۔ امریکی ذرائع کے مطابق وہ صومالیہ میں مقیم القاعدہ کے چھ رہنماؤں میں سے ایک اور نہایت بااثر رہنما تھے۔

صومالیہ میں اسلام پسندوں کو حالیہ چند ماہ میں خاصی کامیابیاں حاصل ہوئیں، جس پر امریکہ کو شدید تشویش تھی۔ وہ دنیا میں کسی جگہ اسلام پسندوں کو حکومت یا ترقی کرتا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

آب زم زم کی خصوصیات

آب زم زم پر معروف جاپانی سائنسدان کی جانب سے کی جانے والی تحقیق سے ثابت ہوگیا ہے کہ جو معدنی خصوصیات آب زم زم میں قدرتی طور پر موجود ہیں، وہ خصوصیات عام پانی میں مصنوعی طور پر پیدا کرنا بھی ممکن نہیں۔ تاہم اگر عام پانی کے ہزار قطروں میں آب زم زم کا ایک قطرہ بھی شامل کر دیا جائے تو عام پانی میں آب زم زم جیسی خصوصیات پیدا ہو سکتی ہے۔ آب زم زم مسلمانوں کے لئے اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی عمر 26 سال، ایم اے اسلامیات اینڈ کمپیوٹر ٹیکنالوجی، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لئے برسرروزگار، تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 021-4900651

☆ یوسف زئی پٹھان فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم بی اے کے لیے نیک، دیندار اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-6130466

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ 11 مئی بروز اتوار نماز عصر تا 17 مئی 2008ء نماز ظہر تک

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں ہفت روزہ

مبتدی، ملتزم تربیت گاہ

کا آغاز ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ: 0321-7061586 042-6316638-6366638